خُدّام الدین

(ہفت روزہ) لاہور

جلد ۱ | یوم جمعہ ۱۱ رجب المرجب ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۹۵۶ء | شمارہ (۴۱)

ناپسندیدہ مہمان

کرۂ ارض پر موجودہ صدی کا سب سے المناک تقسیم ہند کا واقعہ تھا اس موقع پر انسانیت کی ہلاکت اور تباہی میں جس درندگی اور سفاکی کا مظاہرہ کیا گیا۔ اس کی نظیر شاید بڑی بڑی عالمگیر جنگیں بھی پیش کر سکیں۔ تفاصیل میں جانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ایک انصاف پسند مؤرخ ان خونی واقعات کے عالم شہود پر آنے کی ذمہ داری اس وقت کے حکمرانوں پر ڈالے گا جو اس برصغیر پر گزشتہ ایک سو سال سے پوری کامیابی کے ساتھ حکومت کر رہے تھے۔ اگر ایسے اہم موقع پر صدیوں سے یکجا رہنے والی ہندوستان کی دو قومیں ایک دوسرے سے نہ ٹکراتیں تو اس کارکردگی پر حکمران قوم کو بجا طور پر ناز ہو سکتا تھا۔ اگر ان کی موجودگی میں ایسے گھناؤنے مناظر دیکھنے میں آئے تو اُن کی ذمہ داری بھی اسی قوم پر عائد کرنی پڑے گی۔ جن کی اس ملک کے سیاسی حالات پر پوری طرح گرفت تھی۔

انگریز حکمرانوں کے ایماء پر مسلمانوں سے ہر طرح ناانصافی کی گئی۔ تحویل اختیارات کے وقت نہ صرف انھیں جائز حق سے محروم کیا گیا۔ بلکہ مجوزہ جغرافیائی حدود میں بھی تصرف کر کے ان کیلئے بیشمار مشکلات پیدا کر دی گئیں۔ سامراجیوں نے تقسیم ملک کے وقت نہ صرف دس لاکھ فرزندان توحید سے آزادی کی پوری قیمت وصول کی۔ بلکہ ایسے حالات کی بنیاد رکھ دی کہ آئندہ دونوں قومیں کبھی چین سے نہ رہ سکیں۔ قبل از تقسیم ہندوستان کے آخری گورنر جنرل امید وائسرائے لارڈ ماونٹ بیٹن تھے۔ یہی صاحب اب چند دنوں کے بعد پاکستان کے دورے پر آ رہے ہیں۔ ان کی آمد پر کیا ہوگا؟ سب جانتے ہیں۔ سرکاری طور پر استقبال ہوگا۔ حکمرانوں کی طرف سے ظہرانہ۔ عصرانہ اور عشائیہ دیا جائے گا۔ اعزازی سلامی دی جائے گی وغیرہ وغیرہ۔

عوام کے حافظے اتنے کمزور نہیں۔ جتنا کہ برسراقتدار طبقہ خیال کئے ہوئے ہے۔ ہم گوارا نہیں کرتے کہ جس سبز قدم کے ہاتھ اتنے بندگان خدا کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ اور جو اس مسلمانوں کے ملک پاکستان کے متعلق نہایت ناپاک خیالات کا حامل تھا۔ جس نے دریاؤں کے سرچشمے غیرملک کے حوالے کر کے پاک سرزمین کی کھوکھ خشک کر دی۔ یہ کون تھا جس کے ایماء پر مشرقی پنجاب کے ایک ضلع کے دو ٹکڑے اس لئے کئے گئے کہ ریاست کشمیر پر ہندوستان کا قبضہ رہے اور بین المملکتی تنازعہ بھی قائم رہے۔ نہری پانی کا جھگڑا۔ مغویہ خواتین کا مسئلہ مہاجرین کے مسائل۔ متروکہ جائدادوں کے تنازعے وغیرہ۔ آخر کس کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ یہ سب انگریزوں ہی کی شرارت ہے۔

حکومت کا فرض ہے کہ عوامی جذبات کا لحاظ رکھتے ہوئے ہر کس و ناکس کو پاکستان میں نہ آنے دے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ غیرملکی شہری کی طرح تو آئے۔ لیکن سرکاری طور پر وہ کسی طرح بھی خاطر و مدارات کے مستحق نہیں!

بھول بھلیاں:

حال ہی میں پاکستان کی صنعتی کارپوریشن کے ایک ترجمان نے بتایا کہ پاکستان اس قابل ہو چکا ہے کہ بہت بڑی مقدار میں کپڑا اور سوت برآمد کر سکے۔ یہ خبر واقعی نہایت حوصلہ افزا ہے۔ اور ہر پاکستانی کی دعا ہے کہ مسلمانوں کا یہ ملک ہر لحاظ سے نہ صرف خود کفیل ہو بلکہ اس کی کوشش اور کارکردگی مسلمانان عالم کے لئے خصوصاً اور نسل انسانی کے لئے عموماً مفید ہوں۔

مگر برسراقتدار طبقہ کی متضاد باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ پچھلے دنوں خبر آئی تھی کہ گندم کی خاصی مقدار ہندوستان بھیجی جا رہی ہے۔ لیکن چند دنوں بعد ہی امریکہ سے بھی گندم کی درآمد کی خبر آ گئی۔ اگرچہ یہ بتا دیا گیا تھا کہ یہ گندم سیلاب زدگان کی مدد کے لئے امریکہ نے بھیجی ہے۔ لیکن سیلاب کب آیا اور گندم کب آ رہی ہے۔ اگر حکام کو اس بات کا علم تھا کہ پاکستان سیلاب کے بعد بھی گندم کا کفیل ہو سکتا ہے اور ہندوستان کو بھی دے سکتا ہے تو امریکہ سے گندم کی بجائے کسی اور زیادہ سودمند چیز کی امداد لی جاتی۔ زیادہ تعداد میں ادویات منگوائی جاتیں۔ اور مشینری وغیرہ درآمد کی جاتی۔ یہی حال سوت اور کپڑے کا سمجھ لیجئے۔ حکومت خود محسوس کرتی ہے کہ کپڑے کی سخت گرانی نے عوام کو پریشان کر رکھا ہے۔ برآمد کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ عوام میں ارزاں قیمت پر ملکی کپڑا تقسیم کیا جائے۔ جو کپڑا اور سوت ملکی کھپت سے زائد ہو اُسے بیشک باہر فروخت کر دیا جائے۔ حکومت کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ ایسا گراں قیمت کپڑا اور سوت باہر دوسرے ممالک کے مقابلہ میں فروخت بھی ہو سکے گا یا نہیں۔

پاکستان میں پٹ سن سب سے زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اسی ملک میں پٹ سن کی مصنوعات گراں قیمت پر فروخت ہو رہی ہیں۔ حالانکہ جو ممالک اسے خام درآمد کر کے اس سے مال تیار کرتے ہیں۔ وہاں یہ مصنوعات ارزاں بکتی ہیں۔ اخبارات میں حکومت کی اس قسم کی متضاد پالیسی دیکھ کر قلق ہوتا ہے۔ ہم حکومت سے مخلصانہ اپیل کرتے ہیں کہ ملکی صنعت و تجارت کو اس نہج پر لایا جائے کہ سب سے پہلے تو وہ اپنے عوام کیلئے فائدہ مند ہوں۔ اور بعد ازاں دوسروں کے لئے ہو

اِغلاط نامہ

عملہ کی کمی۔ کاتبوں کے بیجا تصرف اور اپنی کم مائگی کے باعث، ۱۰ فروری ۱۹۵۶ء کے "خدام الدین" میں بہت سی غلطیاں رہ گئیں جن کا ہمیں بے حد افسوس ہے جبکہ غلطیاں ہمارے نوٹس میں آئیں باقی پرچے تو قلم سے بنا دی گئیں لیکن اس سے قبل کافی تعداد میں پرچے حوالۂ ڈاک کئے جا چکے تھے۔ کچھ احباب دستی بھی لے گئے تھے۔ جن حضرات کو تصحیح شدہ پرچے نہیں ملا وہ مہربانی فرما کر مندرجہ ذیل غلطیاں درست فرمائیں

نمبر شمار	صفحہ	کالم	سطر	غلط لفظ یا عبارت	صحیح لفظ یا عبارت
(۱)	۲	اوّل	آخری	خد	خدا
(۲)	۳			۲۸ جمادی الثانی	۴ رجب المرجب شمارہ ۴۰
(۳)	۳	اوّل	۱۹	GEREL	GENERAL
(۴)	۶	دوئم	۶	اَصَابَتْکُمْ	اَصَابَکُمْ
(۵)	۶	دوئم	۷	وَلَا یَعْفُوْ	وَ یَعْفُوْ
(۶)	۷	سرخی آخری کالم میں		غیرمسنون ال مردود	غیرمسنون عمل مردود
(۷)	۹	سوئم	۲	آنحضرتؐ نے صحابہ کرام سے	آنحضرتؐ سے صحابہ کرام نے
(۸)	۱۶	دوم	نیچے سے دوسری سطر	کے (امین)	میں برکت عطا فرمائے (امین)

نماز اور قرآن

(قسط سوم)

(از مولانا عبد الحمید صاحب سروش۔ لاہور)

اخلاق رذیلہ

نمازی، اُولوالعزم، بلند حوصلہ، عالی ہمت، صاحب صبر و ثبات اور ذوالجود والکرم ہوتا ہے، اخلاق فاضلہ کا مجموعہ اور اخلاق رذیلہ سے یکسر پاک و مجتنب، یہ مدارج اخلاق عالیہ نمازی میں نماز کی پابندی اور کماحقہ ادائیگی سے پیدا ہوتے ہیں۔

سورۃ المعارج میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے روح فرسا و جانگداز احوال و ظروف کے بیان میں فرمایا کہ مجرم اس ہیبت ناک اور عبرت انگیز وقت میں تمنا کرے گا کہ اپنی عزیز ترین متاع بیٹے بیوی اور تمام اقارب و اعزہ تک کو اپنی جان بخشی کے عوض قربان کر دے لیکن بھڑکتی ہوئی آتش جہنم کا شعلہ لپک کر آئے گا اور اس کا جسد کھینچ کر نکال لے گا۔ یہ آگ پکار پکار کر ان لوگوں کو لقمۂ جہنم بناتی جائے گی جنہوں نے حق سے روگردانی کی، جن کی تمام کوششیں مال جمع کرنے اور اس کو سمیٹ سمیٹ کر رکھنے کے لئے وقف رہیں اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا۔ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَیْرُ مَنُوْعًا۔ اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ الخ (انسان خام خیال اور متلون مزاج ہے، جب اسے کوئی شر مس کرتا ہے تو بیقرار ہو جاتا ہے اور جب کوئی خیر (فائدہ و منفعت) حاصل کر لیتا ہے، تو خود غرضی اور کنجوسی میں مبتلا ہو کر خیر سگالی و غمخواری کے جذبات سے تمام تر عاری ہو جاتا ہے لیکن نماز پڑھنے اور اس کی کامل پابندی رکھنے والے ان اخلاق رذیلہ سے آلودہ تک نہیں ہوتے، بلکہ ان کا مال اللہ کی راہ میں صرف ہوتا ہے خوشی میں پھول کر خفیف الحرکاتی پر نہیں آتے، غم و الم میں مبتلا ہو کر صبر و ثبات اور عزم و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے، کیونکہ نماز کی پابندی نے ان میں یقین صادق پیدا کر رکھا ہے کہ قاضی الحاجات وہی ذات باری ہے جس کے سامنے ہم سربسجود ہوتے ہیں۔ کافی المہمات اور حل المشکلات صرف وہی ذات قدیر و کریم ہے، جس کے حیطۂ اقتدار سے کائنات کا کوئی ذرہ قدم باہر نہیں رکھ سکتا۔ ارحم الراحمین، احکم الحاکمین، واسع علیم اور ذوالفضل العظیم وہی ذات وحدہ لاشریک لہٗ تو ہے، جس کے ساتھ میں نے شب و روز کے قیام و قعود اور رکوع و سجود سے رابطہ استوار پیدا کر رکھا ہے میرا مالک و متعان تو وہی ہے۔ وہ مجھے کسی وقت نہ تو بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ نہ اس کی عظمت و کبریائی کے سامنے مجھے دم مارنے اترانے اور اپنے معاد و مآل سے غافل ہو کر اس کی ہدایات و احکام ... [illegible]

کا مالک، ناموافق حالات میں صبر و تحمل کا کوہ مجسم اور فراخی و دولت میں جود و سخا کا بحر ناپیدا کنار ہوتا ہے۔

ایمان بالآخرۃ

نماز کی پابندی اختیار کرنے ہی سے ایمان بالآخرۃ کی تکمیل ہوتی ہے، قرآن کریم کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان جس قدر نماز کا پابند ہوگا اسی قدر آخرت پر اس کا ایمان پختہ اور کامل ہوگا اور جس قدر اس کی پابندی میں بے اعتنائی ہوگی، اسی قدر اس کے ایمان میں خامی اور نقص ہوگا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سورۃ انعام میں فرماتے ہیں:۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ (جن لوگوں کو آخرۃ کا یقین ہے وہ اس کتاب یعنی قرآن پاک پر ایمان لاتے ہیں اور اپنی نماز کی حفاظت رکھتے ہیں) یعنی کتاب اور آخرت پر ایمان رکھنے والوں کی علامت اور پہچان ہی یہ ہے کہ وہ نماز کی پوری طرح حفاظت کرتے ہیں اور اسے ضائع نہیں ہونے دیتے، کیونکہ نماز ضائع اسی صورت میں ہوگی، جبکہ دل میں اس کی جانب سے بے اعتنائی ہو۔ بے اعتنائی کے معنے ہی یہی ہیں کہ اس کی اہمیت و فرضیت کا یقین قلب میں راسخ نہیں ہے۔ ہم اپنی ادنیٰ منفعت و منفعت سے بھی کسی وقت غفلت نہیں برتتے۔ چہ جائیکہ اس قدر عظیم المنفعت بخش فعل سے ہم پر غفلت طاری ہو جائے ہم اپنے مال کا ایک حبہ اس وقت تک صرف کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے جب تک اس سے بڑا فائدہ حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا بلا وجہ معقول ہم ذرہ سا نقصان برداشت کرنا پسند نہیں کرتے، آگ کی چنگاری ہم ہاتھ میں لینا اس لئے گوارا نہیں کرتے کہ ہاتھ جل جانے کا ہمیں پورا پورا یقین ہے، اپنے گریبان کا گرتا ہوا بٹن اس لئے ہم پھینک نہیں دیتے کہ اس کے مفید ہونے کا ہمیں یقین ہے۔ اگر ایسا ہی یقین نماز کے مفید ہونے کا ہمیں حاصل ہو تو یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اسے ہم ہرگز ضائع نہیں ہونے دیں گے اور اس کی پوری حفاظت کرنا ہمارا شعار ہوگا۔ اب اس حقیقت کے تسلیم کر لینے میں ذرہ بھر شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ نماز کی کامل پابندی ایمان کے کمال کی علامت ہے اور اس کی عدم حفاظت میں خامی ایمان کی خامی پر دلالت کرتی ہے۔

پاک ماحول

نماز ایک نہتم بالشان عمل ہے، کہ اس کے لئے ہر قسم کی اندرونی و بیرونی آلائشوں و آلودگیوں سے پاک ہونے کے علاوہ ایسے ماحول کی بھی حاجت ہے، جو اس عظیم الشان عمل کے باطنی و روحانی طہارت و پاکیزگی پر منتج ہو، تاکہ وہ مادی دنیا و مادی ماحول میں رہنے کے باوجود روحانی دنیا و روحانی ماحول کا باشندہ بن جائے اس کا جسم ملا و اسفل کی پستیوں کا پابند ہو لیکن اس کی روح ملاء اعلیٰ کی بلندیوں میں سرگرم پرواز ہو۔

اسی بنا پر ایک مبارک مقام پر جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کے مبارک و مقدس ہاتھوں سے بناء کعبۃ اللہ تکمیل پذیر ہو چکی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس مبارک و برگزیدہ بندے ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کو جو حکم دیا وہ یہی تھا کہ ہمارے اس مبارک و مقدس گھر کو نمازیوں کے لئے پاک و صاف رکھو۔ فرمایا:۔ وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْئًا وَّطَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْقَآئِمِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (اور جب ٹھیک کر دی ہم نے ابراہیم کو جگہ اس گھر کی کہ شریک نہ کرے میرے ساتھ کسی کو اور پاک رکھ میرا گھر طواف کرنے والوں کے واسطے اور قیام و رکوع و سجود کرنے والوں کے واسطے) تو یہاں ابراہیم علیہ السلام کی پاکیزہ تعلیم کے ذریعہ سبق دیا گیا کہ نمازی کا ماحول پاک ہو لیکن سورہ مدثر میں براہ راست یہ حکم دیا گیا کہ فرمایا:۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (اپنے رب کی بڑائی کا اقرار کر، اپنے کپڑے پاک رکھ اور ہر نوع نجاست سے دور رہ)

ان آیات کا احکام نماز سے تعلق ہونے کے باعث صاف صاف یہی مفہوم ہے کہ نماز کیلئے وہ ماحول پیدا کرو جو اس کی شان اعلیٰ و اقدس کے لئے زیبا ہے، یعنی اپنے ظاہر و باطن کی ہر طرح کی ناپاکی دور کر دو۔ تاکہ نماز کے ثمرات سے پوری طرح متمتع اندوز ہو سکو۔

(باقی باقی)

بقیہ دین و دنیا کی فلاح تلاوت قرآن میں

(صلا سے آگے)

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سورہ یٰسین کو صرف اللہ کی رضا کے لئے پڑھے اس کے پہلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں پس اس سورت کو اپنے مُردوں پر پڑھا کرو۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سورہ یٰسین کا نام تورات میں معمہ ہے اپنے پڑھنے والے کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائیوں پر مشتمل ہے اور یہ دنیا و آخرت کی مصیبت اور آخرت کی ہول کو دور کرتی ہے۔ اس سورت کا نام دافعہ نافضہ بھی ہے یعنی مومنوں کے رتبے بلند کرنے والی اور کافروں کو پست کرنے والی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سورۂ یٰسین میرے ہر امتی کے دل میں ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے سورۂ یٰسین کو رات میں پڑھا پھر مر گیا تو شہید مرا۔ ایک روایت میں ہے کہ جو سورۂ یٰسین کو پڑھتا ہے اس کی مغفرت کی جاتی ہے اور جو بھوک کی حالت میں پڑھتا ہے وہ سیر ہو جاتا ہے۔ اور جو راستہ گم ہو جانے کی وجہ سے پڑھتا ہے وہ راستہ پا لیتا ہے اور جو شخص جانور کے گم ہو جانے کی وجہ سے پڑھے وہ پا لیتا ہے اور جو ایسی حالت میں پڑھے کہ کھانا کم ہو جانے کا خوف ہو

خرابی سینما

(قسط سوم)

از جناب حضرت مولینا مفتی جمیل احمد صاحب جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

(۲۰)

غدارِ ملک و قوم ہے کرتا ہے جو یہ کام ۔۔۔ وہ اک منٹ کے لطف سے لا کر عذابِ عام

کر کے تباہ قوم کے اخلاق کا نظام ۔۔۔ اعمالِ بد میں ملک کا مشہور کر کے نام

غداریوں کو پھولتا پھلتا نہ دیکھئے

انسان ہیں تو آپ سینما نہ دیکھئے

(۲۱)

آنکھوں میں دل دماغ میں آجائے گا اثر ۔۔۔ ہر وقت خواب میں بھی یہی آئے گا نظر

اخلاقِ بد سے ہو گئے امراض بد اگر ۔۔۔ تکلیف ہی میں زندگی ہو جائے گی بسر

بیماریوں کا اپنے پہ حملہ نہ دیکھئے

انسان ہیں تو آپ سینما نہ دیکھئے

(۲۲)

ہوتا فضول خرچ سے انسان ہے تباہ ۔۔۔ صد سالہ اس کے واسطے تاریخ ہے گواہ

وقت اور تمام خرچ کریں اور لیں گناہ ۔۔۔ اس حالِ زارِ قوم پہ سو بار آہ آہ

بیہودہ خرچ کرنے کا رستہ نہ دیکھئے

انسان ہیں تو آپ سینما نہ دیکھئے

(۲۳)

بیشک ہیں ہم سپاہی اسلام کے سب ۔۔۔ تیاریِ جہاد ہمارا ہے کام اب

چالاک چست بنکے کریں کام روز و شب ۔۔۔ لازم ہے چھوڑیں عیش اور آرام کی طلب

تفریح کھیل کا کوئی صیغہ نہ دیکھئے

انسان ہیں تو آپ سینما نہ دیکھئے

(۲۴)

کیا دن تھے موت جب ہمیں آبحیات تھی ۔۔۔ شوقِ شہادت اور مزے دار بات تھی!

دنیا کو ہر جہاد میں شہ اور مات تھی! ۔۔۔ اک چیونٹی سی کفر کی کل کائنات تھی!

عیاش بن کے موت کو ہوا نہ دیکھئے

انسان ہیں تو آپ سینما نہ دیکھئے

(۲۵)

اللہ نے دیے ہیں جو ہم کو دماغ و دل ۔۔۔ ہیں خلق نیک و بد کے لئے ظرف مستقل

اخلاقِ نیک پر انھیں ہونا تھا مشتمل ۔۔۔ ایسا نہیں تو ہوں گے یہ بدیوں سے مضمحل

اب شر ہی شر سے ظرف کو بھرتا نہ دیکھئے

انسان ہیں تو آپ سینما نہ دیکھئے

(۲۶)

نعمت ہے ایک وقت کہ ہیں اسمیں ہر عمل ۔۔۔ خالی نہ ہوگا ہونگے بہت کام ادل بدل

نیکی نہ ہوگی جسمیں بدی کا ہے وہ محل ۔۔۔ شر آگیا تو خیر وہاں سے گئی نکل

نعمت کو اس طرح سے گنواتا نہ دیکھئے

انسان ہیں تو آپ سینما نہ دیکھئے

(۲۷)

بویا جو بیج آج وہ نکلے گا کل ضرور ۔۔۔ لائیگا پھر وہ اپنے ہی مانند پھل ضرور

ہر نیک بات لائیگی اپنا بدل ضرور ۔۔۔ اور ہر بدی بنائیگی پھر بد عمل ضرور

انجام بھی بہت برا نہ دیکھئے

انسان ہیں تو آپ سینما نہ دیکھئے

(۲۸)

ہے آدمی وہ جس کو عبادت کا شوق ہو ۔۔۔ پھر اپنا کاروبار بڑھانے کا ذوق ہو

کوشش ہو وہ جہاں میں کہ وہ سب سے فوق ہو ۔۔۔ گردن میں ایک دن بھی بدی کا نہ طوق ہو

بدیوں میں اس سے اپنے کو گھرتا نہ دیکھئے

انسان ہیں تو آپ سینما نہ دیکھئے

(۲۹)

ہر ہونہار قوم پہ ہوتا ہے سب کو ناز ۔۔۔ بنتے ہیں آگے چل کے یہ محمود اور ایاز

لیکن جبھی کہ قوم میں ہو جائیں سرفراز ۔۔۔ وہ کام جن کہ جن سے ملے سب پر امتیاز

لہو و لعب میں عمر کا کھونا نہ دیکھئے

انسان ہیں تو آپ سینما نہ دیکھئے

(باقی آئندہ)

مجلس ذکر

مرتبہ چودھری عبد الرحمٰن خان صاحب

آج مورخہ ۳ رجب ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۶ فروری ۱۹۵۶ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے سوا اللہ تعالےٰ سے محبت کا تعلق پیدا ہو ہی نہیں سکتا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

اما بعد - اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی یاد یعنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے - اس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں :-

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ ۝

(سورہ الذٰریت رکوع ۳ پارہ ۲۷)

(ترجمہ :- اور میں نے جنوں اور انسانوں کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے) عربی دان حضرات ہی اس کلام کا زور سمجھ سکتے ہیں - مَا اور اِلَّا حصر کے لئے آتے ہیں - یعنی عبادت کے سوا اللہ کی طرف سے انسانوں اور جنوں پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں کی گئی - مکان بنایا یا نہیں - کچا بنایا یا پکا - گائے بھینس رکھی یا نہیں - ان کے متعلق کوئی باز پرس نہ ہوگی - صرف یہ پوچھا جائے گا کہ عبادت کی تھی یا نہیں - اس کا جواب تیار کرنے کے لئے جنوں اور انسانوں کو دنیا میں بھیجا گیا ہے -

آدم علیہ السلام کے زمانہ سے دو لائنیں آ رہی ہیں - اور یہ دونوں قیامت تک جائیں گی - (۱) خیر یا حق کی (۲) شر یا باطل کی - دونوں کے داعی ہمیشہ رہے ہیں - اب بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے - خیر کی طرف دعوت دینے والے انبیاء علیہم السلام تھے - اور ان کے بعد ان کے دروازے کے غلام - شر کی دعوت دینے والے شیاطین ہیں - شیاطین انسانوں اور جنوں دونوں میں ہوں گے - وَکَذٰلِکَ جَعَلۡنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیۡنَ الۡاِنۡسِ وَالۡجِنِّ (سورہ الانعام رکوع ۱۴ پارہ ۸)

(ترجمہ :- اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے شریر آدمیوں اور جنوں کو دشمن بنا دیا) سارے جن شیطان نہیں - ان میں سے بعض صحابہ کرام بھی ہیں - قرآن مجید میں جنوں کے متعلق ایک مستقل سورہ الجن موجود ہے جس میں جنوں کے ایمان لانے کا ذکر ہے - روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جن حضورؐ کی دعوت کر کے آپؐ کو اپنے ہاں لے گئے ہیں - اسی لئے حضورؐ نبی الثقلین ہیں - یعنی آپ کی بعثت جنوں اور انسانوں دونوں کی رہنمائی کے لئے ہوئی ہے -

آج میں ایک خاص بات کہنی چاہتا ہوں - جو غالباً اس سے پہلے اس مجلس میں کبھی نہیں کہی - سورہ آل عمران رکوع ۴ پ ۳ میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :-

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ

(ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو - تاکہ تم سے اللہ محبت کرے) اس ارشاد باری سے واضح ہوتا ہے کہ اگر انسان اللہ تعالےٰ سے محبت کی لو لگانا چاہتا ہے تو اس کیلئے حضورؐ کا اتباع لازمی ہے - حضورؐ کا اتباع کرنے والوں کو اللہ تعالےٰ اپنا دوست بنا لیتے ہیں - ہندوؤں کے سادھو اللہ تعالےٰ کی رضاء کے لئے کتنی نفس کشی اور ریاضت کرتے تھے - میں نے بعض سادھوؤں کو دیکھا ہے کہ انہوں نے اپنے بازو سکھا لئے یعض ٹانگیں سکھا دیتے ہیں - یہ ساری ریاضت اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے کرتے ہیں - مگر چونکہ حضورؐ کا اتباع نہیں اس لئے ان کے مقابلہ میں ایک ادنیٰ کلمہ گو مسلمان کا جو پانچ وقت نماز کا پابند ہے - اور رمضان کے روزے رکھتا ہے - اللہ سے تعلق جڑا ہوا ہوگا - کیونکہ یہ اتباع نبی کریمؐ کرتا ہے - اللہ تعالیٰ جس کو باطن کی آنکھیں دیتا ہے ان کو نظر آتا ہے ان سادھوؤں کا تعلق اللہ تعالےٰ سے کٹا ہوا ہوتا ہے - چونکہ توحید کا نور نہیں - اس لئے ان کی ساری ریاضت رائگاں جاتی ہے اللہ کے ہاں ان کی کوئی عبادت قبول نہ ہوگی - اسی طرح اگر عبداللہ جان اور محمد دین کا عقیدہ درست نہیں - دل میں قرآن پہ معترض ہیں اور بظاہر مسلمان ہیں - ان کی بھی کوئی عبادت قبول نہ ہوگی -

اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡکِتٰبِ وَتَکۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ

(سورۂ بقرہ رکوع ۱۰ پارہ ۱)

(ترجمہ :- کیا تم کتاب کے ایک حصّہ پر ایمان رکھتے ہو - اور دوسرے حصّہ کا انکار کرتے ہو) پاک اور پلید مل جائے تو سب پلید ہو جاتا ہے - ایمان میں کفر اور شرک مل جائے تو ایسا ایمان اللہ کے ہاں مقبول نہیں - اس پر خوش نہیں ہونا چاہئے کہ ہم مسلمان ہیں - دیکھنا یہ چاہئے کہ کیا ہم حضورؐ کی تابعداری کر رہے ہیں - پنجابی اسلام - بنگالی اسلام - کشمیری اسلام - حضورؐ نے اس قسم کے ۷۲ کھوٹے اسلاموں کو مردود فرمایا ہے - سب کے لئے دوزخ کا وعید آیا ہے - ایک ناجی فرقہ ہے - اس کے متعلق جب صحابہ کرام نے دریافت کیا تو حضورؐ نے فرمایا مَا اَنَا عَلَیۡہِ وَاَصۡحَابِیۡ (جس راستہ پہ میں اور میرے صحابہ ہیں) اگر پیر اس کے خلاف ہے تو وہ خود بھی اندھا اور اس کے متبعین بھی اندھے ہونگے - مسلک محمدیؐ کے خلاف کوئی عمل مقبول بارگاہ الٰہی نہیں ہوگا - نام عبداللہ جان ہو اور اندر کفر - شرک یا نفاق اعتقادی ہو تو نام سے نجات نہ ہوگی - صاحب دل شکل دیکھ کر بتلا دیگا کہ مردود بارگاہ الٰہی ہے -

حضرت امروٹیؒ جو شجرہ میں بائیں طرف ہیں - ان کا ایک خادم عبدالستار ہے - اب بھی زندہ ہے اور نیم پاگل سا ہے - مگر کامل کا عکس اس پر پڑا ہوا تھا - اس اعلیٰ درجہ کا توحید پرست ہے - وہ ایک دفعہ کسی بزرگ کے مزار پر گیا - وہاں عورتیں اولاد کی دعائیں مانگ رہی تھیں - ان سے کہنے لگا کہ مائی - اولاد قبروں والے نہیں دیتے - اولاد خداوند ہی سے ملتی ہے - ایک دوسرے خادم کا واقعہ سنئے - وہ گڈریا تھا - ایک دفعہ ایک پیر صاحب نے اس کے ریوڑ کو دیکھ کر فرمایا کہ ان کی حفاظت کے لئے کتا کیوں نہیں رکھتے - وہ عرض کرتا ہے کہ حضرت اب تو میرا اعتماد اللہ پر ہے کہ وہی میری بھیڑ بکریوں کی حفاظت کرے گا - کیا میں اللہ سے اعتماد ہٹا کر کتے پر کرنے لگوں ؟ یہ صحبت کا اثر ہے -

جس سے محبت ہو اس کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے مثلاً آب زمزم اور مدینہ کی کھجوریں - امیر ہو یا غریب جس مسلمان کو دی جائیں وہ محبت سے لیتا ہے - اگر کسی کے متعلق دل میں نفرت ہو تو اس کی ہر چیز رد کر دی جاتی ہے - جب ہم میں اتنی غیرت ہے کہ جو ہماری توہین کرے ہم اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں تو اللہ تعالےٰ کی غیرت کا ہم اندازہ کر ہی نہیں سکتے - وہ کافر مشرک اور نفاق اعتقادی کے منافق کی کوئی عبادت قبول نہیں کرتا - لاہور میں ایسے مسلمان بکثرت موجود ہیں - جن کے سینہ میں نور قرآن نہیں ہے - جن علماء اور فقراء سے ان کا تعلق ہے - ان کے اندر بھی نہیں ہے - اس لئے دونوں گمراہ ہیں ؎

خشت اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

جب اندر نور توحید ہی نہیں ہے تو عبادت جانی ہو یا مالی

سب بے کار ہیں۔

ہماری پریوی کونسل سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ ہر بات کا فیصلہ کرانے کے لئے ان کے حضور لے جائیے۔ کیا حضورؐ نے یہ تعلیم دی تھی کہ گلے میں پیسے ڈال کر؟ دعویٰ تو ہر شخص یہی کرتا ہے کہ میں محمد رسول اللہؐ کا غلام ہوں۔ لیکن غلامی کے لئے اتباع نبوی پہلی شرط ہے اس پر کوئی پورا اترتا ہے۔

حضورؐ کا اتباع صحیح معنوں میں صحابہ کرام نے کر کے دکھایا۔ اس لئے سنت کے ساتھ صحابہ کرام کے طریقہ کا اتباع بھی ضروری ہے۔ میرے متعلق مخالفین نے یہ مشہور کیا ہوا ہے کہ یہ اولیاء کرام کا منکر ہے اس کے متعلق میں بارہا جمعہ۔ درس اور دوسری مجلس میں کہہ چکا ہوں کہ جو اولیاء کرام کا انکار کرتا ہے اس پر خدا کی لعنت پڑتی ہے۔ لیکن جو ان کو خدا کے حصے بخرے بنا لاتے اس پر بھی خدا کی لعنت ہوتی ہے۔ ملعون کے سر پہ سینگ نہیں ہوتے۔ لعنت کے معنی ہیں رحمت سے دوری۔ یعنی ملعون سے خدا ناراض ہو جاتا ہے ہم میں سے ہر شخص جمعرات کو نہ کہ جہر شروع کرنے سے پہلے گیارہ دفعہ سورۂ اخلاص پڑھ کر محبوب سبحانی حضرت عبدالقادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو اس کا ثواب پہنچاتا ہے۔ یہ ہماری گیارھویں ہے اور یہی اصلی قادریت ہے۔ ان بھلے مانسوں نے گیارھویں گوجروں سے دودھ اور کھیر لینے کو سمجھ رکھا ہے۔ جو ان کو گیارھویں کھلائے وہ حنفی خواہ تارک نماز ہو۔ جو نہ کھلاوے وہ وہابی۔ کیا یہی دین لوگوں کو پہنچا گئے آپ نے ہماری اور ان کی گیارھویں میں فرق ملاحظہ فرمایا۔

اتباع رسولؐ سے ہی تعلق باللہ درست ہو سکتا ہے اتباع۔ عقائد۔ اعمال۔ عبادات۔ معاملات۔ شادی و غمی عادات و اطوار۔ صورت اور سیرت۔ غرضیکہ ہر عمل حیات میں ہونا چاہئے اس آئینہ میں لاہوریوں کا منہ دیکھا جائے تو خدوخال بگڑے ہوئے نظر آئیں گے۔ ؎

رنگی کو نارنگی کہیں بنے دودھ کو کھویا
چلتی کو گاڑی کہیں۔ دیکھ کبیرا رویا

لاہور میں اس کو حنفی کہتے ہیں جو مخلوط اسلام پر عمل کرے

ع ہم وہ بدمست قلندر ہیں کبھی مسجد ہے کبھی مندر ہے

جو توحید خالص کی طرف دعوت دے لاہوری اس کو وہابی کہتے ہیں۔ "اصلی حنفیت" ایک رسالہ میں نے لکھا ہوا ہے۔ اس میں ایک بھی مسئلہ امام ابو حنیفہؒ کے خلاف ثابت کر دیا جائے تو میں یا حنفیت سے اپنا نام کٹوا لوں گا یا فوراً اصلاح کر دوں گا۔ یہ سب کفر و شرک کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا نام بدنام کرتے ہیں ہمارا مسلک یہ ہے کہ ہم اللہ کے بندے اور حضورؐ کے امتی ہیں۔ اگر کوئی صوفی آسمان پر اڑتا ہوا آئے لیکن اس کا علم اور عمل کتاب و سنت کے خلاف ہے تو اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے اس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے ورنہ خود بھی جہنم میں جائے گا۔ اور ہمیں بھی ساتھ لے جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

حقیقت موت و حیات

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو:۔
خدام الدین ۱۰ فروری

نمبر ۴

از مولفہ جناب عبدالرحمٰن صاحب لودھیانوی بی اے بی ٹی شیخوپورہ

موت کی یاد جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کرو کیونکہ موت کا یاد کرنا گناہوں کو دور کر دیتا ہے اور دنیا کے دوں اور غیر مطلوب اور فضول چیزوں سے بیزار کرتا ہے۔ جب انسان موت کو بکثرت یاد کرے گا تو دنیا میں جی نہ لگے گا۔ دنیا کے سامان سے طبیعت نفرت کرے گی۔ اس طرح یہ زاہد بن جائے گا اور آخرت کی طلب میں وہاں کی نعمتوں کی خواہش اور وہاں کے دردناک عذاب کا خوف ہوگا پس ضرور ہے کہ نیک اعمال میں ترقی کرے گا اور معاصی سے بچیگا۔ جب تک دنیا سے اور اس کی زینت سے علاقہ ترک نہ کریگا پوری توجہ اللہ کی طرف نہیں ہو سکتی پس موت کی یاد اور اس کا دھیان رکھنا اور اس نازک اور عظیم الشان سفر کے لئے توشہ تیار کرنا ہر عاقل پر لازم ہے

مومن کے لئے آسمان اور زمین کے فرشتے رحمت کے نزول کے لئے استدعا کرتے ہیں۔ اس کے واسطے آسمان کے دروازہ کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر ایک دروازہ کا موکل اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگتا ہے کہ اس کی روح ان کی جانب سے سفر طے کرے۔ لیکن کافروں کی روح رگوں سے کھینچی جاتی ہے اس پر تمام آسمان اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ یہ روح ان کی جانب سے نہ جائے۔

مومنین کی روحیں پرندوں کی شکل میں جنت کے درختوں پر رہتی ہیں۔ اور قیامت کے دن دوبارہ اٹھانے تک اسی حالت میں رہیں گی

تین موقعوں پر کوئی کسی کو یاد نہیں کریگا۔ ایک اعمال تولنے کے وقت۔ بلکہ ہر ایک کو خیال ہوگا کہ اس وقت خدا جانے ترازو ہلکی رہتی ہے یا بھاری۔ دوسرے اعمال نامہ تقسیم ہوتے وقت اس وقت یہ خیال ہوگا کہ معلوم کتاب (یعنی اعمال نامہ) کس ہاتھ میں دیا جائے گا۔ داہنے یا بائیں ہاتھ میں پشت کے پیچھے سے یا آگے سے۔ تیسرے پل صراط پر گزرتے وقت جو کہ دوزخ پر رکھا ہوگا۔

اللہ کی رضامندی اور جنت حاصل کرنے کا عوامی نصاب

اسلام کی سب سے پہلی تعلیم اور اللہ کی رضا اور جنت حاصل ہونے کی سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ پر ایمان لائے (۲) پھر بقدر ضرورت دین کے احکام معلوم کرنے اور سیکھنے کی فکر کرے (۳) پھر کوشش کرے کہ اللہ کے فرائض اور بندوں کے حقوق اور آداب و اخلاق کے بارے میں اسلام کی تعلیمات اور اللہ تعالیٰ کے جو احکامات ہیں ان کی فرمانبرداری ہو اور جب کبھی کوئی کوتاہی اور نافرمانی ہو جائے تو سچے دل سے توبہ کرے اور معافی مانگے۔ آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کی کوشش کرے۔ اگر کسی بندہ کا قصور ہو جائے اور اس پر کوئی زیادتی ہو جائے تو اس سے معافی چاہئے۔ یا اس کا بدلہ اور معاوضہ دے کر حساب بیباق کرے۔ (۴) اسی طرح کوشش کرے کہ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت اللہ اس کے رسولؐ اور اس کے دین کی ہو اور ہر حال میں پوری مضبوطی کے ساتھ دین پر قائم رہے دین کی دعوت اور خدمت میں ضرور کچھ حصہ لے یہ بہت بڑی سعادت اور انبیاء علیہ السلام کی خاص وراثت ہے۔ خاص طور سے اس زمانے میں اس کا درجہ دوسری نفلی عبادتوں سے بدرجہا زیادہ ہے اور اس کی برکت سے خود اپنا تعلق بھی دین سے اور اللہ و رسولؐ سے بڑھتا ہے۔ (۵) نوافل میں اگر ہو سکے تو تہجد کی نماز کی عادت ڈالنے کی کوشش کرے اس کی بے انتہا برکتیں ہیں۔ (۶) تمام گناہوں سے اور خاص کر کبیرہ گناہوں سے ہمیشہ بچتا رہے جیسے زنا، چوری، جھوٹ، شرابخوری، معاملات میں بددیانتی وغیرہ۔ (۷) روزانہ کچھ ذکر کا بھی معمول مقرر کرے، اگر فرصت زیادہ نہ ہو تو کم سے کم اتنا ضرور کرے کہ صبح و شام سو سو دفعہ کلمہ تمجید یعنی سبحان اللہ ... اور استغفار اور درود شریف سو سو بار پڑھ لیا کرے (۸) کچھ معمول قرآن شریف کی تلاوت کا بھی مقرر کرے اور پورے ادب و عظمت کے ساتھ تلاوت کرے۔ ہر فرض نماز کے بعد اور سوتے وقت تسبیحات بھی پڑھ لیا کرے۔ جو لوگ اس سے زیادہ کرنا چاہیں وہ اللہ کے کسی ایسے بندے سے رجوع کر کے مشورہ کر لیں جو اس کا اہل ہو۔ اور آخری بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اللہ کے صالح بندوں سے تعلق اور محبت اور ان کی صحبت اس راہ میں اکسیر ہے اگر یہ نصیب ہو جائے تو باقی چیزیں اپنے آپ پیدا ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے ؎

شو ہمدم پروانہ تا سوختن آموزی
باسوختگاں بنشیں کہ شاید تو باہم سوزی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ ۵ رجب المرجب ۱۳۷۵ھ / ۱۷ فروری ۱۹۵۶ء

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

★

وَلَیْسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَی الْمَرْضٰی وَلَا عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ) الآیۃ سورہ التوبۃ رکوع ۱۲، پارہ ۱۰

(ترجمہ:۔ ضعیفوں پر اور مریضوں پر اور اُن لوگوں پر جو نہیں پاتے، جو خرچ کریں۔ کوئی گناہ نہیں ہے۔ جب اللہ اور اُس کے رسولؐ کے ساتھ خیر خواہی کریں)

حدیث شریف میں خیر خواہی کی مزید وضاحت

عن تمیم الداری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الدین النصیحۃ ثلثا قلنا لمن قال للّٰہ و لکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم رواہ مسلم ترجمہ تمیمؓ داری سے روائت ہے تحقیق نبی صلی اللہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا۔ دین خیر خواہی ہے ہم نے عرض کی، کس کی (خیر خواہی) آپ نے فرمایا۔ اللہ کے لئے، اُس کی کتاب کے لئے اور اُس کے رسولؐ کے لئے اور مسلمانوں کے اماموں کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے۔

پانچوں وحی الٰہی سے ثابت ہیں

ہم مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو وحی غیر متلو مانتے ہیں۔ لہٰذا خیر خواہی کی دو قسمیں وحی متلو سے ثابت ہیں۔ اور تین قسمیں وحی غیر متلو سے خیر خواہی کی تفصیل درج ذیل ہے :۔

اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی

یہ ہے کہ اُس کی طرف ایسی چیز کی نسبت کرنا جو اُس کی شایانِ شان ہو اور ظاہر اور باطن میں اُس کے سامنے عاجزی کرنا اور اُس کے پسندیدہ کاموں میں رغبت کرنا۔ یعنی اُس کی فرمانبرداری کرنا۔ اور اُس کو ناراض کرنے والے کاموں سے دُور رہنا۔ یعنی اُس کی نافرمانی سے بچنا اور اُس کے نافرمانوں کو اُس کی طرف لوٹانے میں پوری کوشش کرنا۔ حضرت علیؓ کے ساتھی ابوثمامہؒ سے روائت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ عیسیٰ علیہ السلام سے اُن کے حواریوں نے عرض کی۔ اے روح اللہ، اللہ کی خیر خواہی کرنے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔ جو شخص اللہ کے حق کو لوگوں کے حق پر مقدم رکھے۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب کی خیر خواہی

اس کا خود پڑھنا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دینا اور پڑھتے وقت اس کے حرفوں کو ٹھیک کر کے پڑھنا۔ اور لکھتے وقت اس کے حرفوں کو درست لکھنا اور اس کے معانی کو سمجھنا۔ اور اس کی تجویز کردہ حدوں کا لحاظ رکھنا اور جو اس میں مذکور ہے اس پر عمل کرنا۔ اور باطل پرستوں کی تحریف کو اس سے ہٹانا (یعنی مسلمانوں کو ان کی غلط بیانی اور ملمع سازی سے آگاہ کرنا جس طرح کہ آج کل حق پرست علماء کرام مودودی صاحب کی غلط تاویلوں اور باطل خیالات سے مسلمانوں کو آگاہ کر رہے ہیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی

آپؐ کی تعظیم کرنا۔ اور آپؐ کی زندگی میں اور دُنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی آپؐ کی حمایت کرنا اور آپؐ کی سُنّت کو زندہ رکھنا، اس کا سیکھنا اور دوسروں کو سکھانا۔ اور آپؐ کے اقوال و افعال میں آپؐ کا اتباع کرنا اور آپؐ کی محبت دل میں رکھنا اور آپؐ کے تابعداروں سے محبت رکھنا۔

مسلمانوں کے اماموں کی خیر خواہی

جس کام کے انجام پر پہنچانے کا ذمہ اُنھوں نے اُٹھایا ہے اس میں اُن کی امداد کرنا اور اگر غفلت کریں تو انہیں تنبیہہ کرنا۔ اور مسلمانوں کو اُن کی طرف اکٹھا کر کے لانا اور جو لوگ ان سے متنفر تھے انہیں سمجھا بُجھا کر اُن کی طرف لانا (بشرطیکہ امام حق پر ہو اور لوگ خواہ مخواہ بلا وجہ اس سے بدظن ہو جائیں۔) اور اُن کی سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ انہیں کسی عمدہ طریقہ سے ظلم سے باز رکھنا، جو وہ کر رہے تھے اور مسلمانوں کے آئمہ کی فہرست میں آئمہ مجتہدین بھی شامل ہیں۔

آئمہ مجتہدین کی خیر خواہی

یہ ہے کہ ان کے علوم کو پھیلانا اور اُن کے مناقب کی اشاعت کرنا اور ان کے متعلق حسنِ ظن پیدا کرنا۔

عامۃ المسلمین کی خیر خواہی

یہ ہے کہ ان پر شفقت کرنا اور جو چیز ان کو نفع دینے والی ہے، اس کی کوشش کرنا اور انہیں وہ تعلیم دینا جو ان کے لئے مفید ہو۔ اور انہیں کسی قسم کی تکلیف دینے سے باز رہنا اور ان کے حق میں وہی چیز پسند کرے جو اپنے متعلق پسند کرتا ہے اور اس چیز کو اُن کے حق میں ناپسند کرے جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے۔

ماخذ

اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی کے عنوان سے لے کر یہاں تک جو کچھ میں نے عرض کیا ہے یہ سب کچھ بخاری شریف کی شرح فتح الباری سے لیا ہے، میرا تصرف فقط اتنا ہے۔ کہ اس کی عبارت کا اُردو ترجمہ کر دیا ہے۔ چونکہ اصلی کتاب مستند ہے اس لئے ترجمہ بھی بفضل الٰہی مقبول ہو جائے گا۔ جس طرح لکڑی کے ساتھ لوہا بھی تیرنے لگ جاتا ہے۔

ظاہری اعمال باطنی ملکات کی شرح ہیں

حضرت شاہ ولی اللہ الدھلوی رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔ کہ دراصل انسان کی اندر کی کیفیات کی ظاہری اعمال شرح کرتے ہیں۔ مثلاً دل میں کسی شخص سے محبت ہے تو جب وہ شخص سامنے آئے گا۔ تو محبت آمیز الفاظ سے اسے خوش آمدید کہی جائے گی۔ مثلاً مزاج اقدس، مزاج گرامی، آج تو آپ نے بڑا کرم فرمایا۔ آپ کے دیدار سے دل میں سرور اور آنکھوں میں مزید نور آگیا ہے، تشریف رکھیے آپ کی تشریف آوری ہمارے لئے تو عید کا چاند ہو گئی۔ وغیرہ وغیرہ، اور اگر اس آنے والے سے دل میں غصہ ہے تو سلام بھی کہے گا۔ جواب نہیں دیں گے۔ جدھر سے وہ آئے گا اُدھر سے دُوسری طرف مُنہ پھیر لیں گے۔ وہ سمجھ جائے گا۔ کہ یہ شخص مجھ سے سخت ناراض ہے، کہ میری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا۔

علیٰ ھذا القیاس

خیر خواہی یا بدخواہی دل کے اندر کے جذبات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی مقدس کتاب، اس کے مقدس رسولؐ، اُس کے بندوں کے پیشوا اور اُس کے عام بندوں کے ساتھ خیر خواہی جب عین دین قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں میں سے جو مذکورہ الصدر چیزوں سے عملاً خیر خواہی کرے گا۔ وہی خیر خواہ سمجھا جائے گا۔ ورنہ محبت کا دعویٰ بلا دلیل ہوگا۔

مولانا محمد علی صاحب خطیب سنہری مسجد لاہور

مسئلہ مساوات کی تحقیق و تفصیل

(قسط نمبر ۲)

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو "خدام الدین" مورخہ ۳ر فروری ۱۹۵۶ء)

ان امتیازات کے بعد ایک اور بھی امتیاز ہے - جو ساری دنیا یا کسی اقلیم یا کسی حصہ ملک کو دو حصوں پر منقسم کر دیتا ہے - ایک سلطان یا حاکم ہوتا ہے - باقی کل افراد اس کی محکوم و رعیت - یہ امتیاز قومیت وطنیت - نسب خاندان سے بالکل علیحدہ ہے - یہ تمام امتیازوں سے اوپر کا امتیاز ہے - اور عالم کے تمدن بقاء نسل - تحفظ حقوق کے لئے اس کا وجود نہایت ضروری و لازم ہے - امتیاز دیانت مذہب جو جناب باری کے ارشاد اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ سے معلوم ہوتا ہے - اس کے شعبے و درجات اگرچہ بہت سے ہیں - مگر ان سب کا منشاء اور اصل یک ہے انسان کو خدا نے اس لئے پیدا کیا ہے - کہ عالم کے ہر جزو سے فائدہ اُٹھائے تمام لذائذ و نعم سے متمتع ہو - سب پر حکومت کرے - اور ہماری بندگی کرے - ہمارے سامنے گردن جھکائے - ہم کو خالق مالک سمجھے اپنے آپ کو مخلوق و مملوک - ... ے عالم کو اس کا ملک بنا کر اس کو ہر قسم کے تصرفات مالکانہ کی ا... نت دی گئی - اور اس سے صرف اتنا طلب کیا گیا - کہ ہم کو اپنا مالک و رب رازق و معطی معبود جانے - تمام اجزائے عالم کا انسان کے لئے مسخر و خادم ہونا تو ظاہر ہے کوئی ذی عقل انکار ہی نہیں کر سکتا رہا - یہ امر کہ وہ عبادت و اطاعت کے لئے پیدا کیا گیا ہے - اس کا انکار کسی عاقل فہیم سے ممکن نہیں ہے - خداوند عالم نے امر اوّل کو تو اُن الفاظ میں ارشاد فرمایا -

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّ بَاطِنَۃً (سورہ لقمان رکوع ۳ پارہ ۲۱) ترجمہ: کیا نہیں دیکھا - تم نے کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں و زمینوں میں ہے - مسخر کر دیا اور اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کو تم پر پورا کیا -

اور دوسری جگہ یوں ارشاد ہے -

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْفُلْکَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْاَنْھٰرَ وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ وَاٰتٰکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْہُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ (سورہ ابراہیم رکوع ۵ پارہ ۱۳) ترجمہ: اللہ وہ ذات پاک ہے جس نے آسمانوں کو اور زمینوں کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی اُتارا - اور اس نے تمہارے لئے زمینوں سے رزق پیدا کیا - اور مسخر کیا تمہارے لئے کشتیوں کو - اس کے حکم سے دریا میں چلیں - اور مسخر کیا تمہارے لئے نہروں کو اور مسخر کیا تمہارے لئے سورج اور چاند کو ہمیشہ اور مسخر کیا تمہارے لئے دن اور رات کو اور دیا تم کو کچھ ہر چیز سے جو تم نے سوال کیا اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو - تو نہ کر سکو گے - بیشک انسان بڑا ظلم کرنے والا اور ناشکر گزار ہے -

اور امر ثانی کو آیت ذیل ہیں -

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ مَآ اُرِیْدُ مِنْھُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ - (سورہ الذاریات رکوع ۳ پ ۲۷) ترجمہ: نہیں پیدا کیا میں نے جن اور انس کو مگر اسی لئے کہ وہ میری عبادت کریں - میں ان سے رزق نہیں چاہتا - اور نہ یہ کہ وہ مجھکو کھلائیں -

انسان کی خلقت اس غرض کے لئے ہے - تو اس کی افراد میں ایک عام تقسیم ہو کر کل اقوام عالم کے دو حصے ہو گئے خواہ وہ ایک نسب - ایک خاندان ایک قبیلہ کے ہوں - یا جداگانہ - ایک ملک ایک اقلیم ایک شہر - ایک قبیلہ ایک گاؤں ایک محلہ کے ہوں - یا علیحدہ علیحدہ کسی پیشہ و حرفت کے ہوں عالم کریم النفس ہوں - یا جاہل وحشی اخلاق و دادات کے ایک حصہ مؤمن ایک کافر - جس نے خداوند عالم کی اصلی غرض خلق اور خلق انسان کو ملحوظ رکھا عالم کے اجزاء سے متمتع ہوا - اور خود کو خدا کا بندہ مانا - ساری دنیا کو اپنی ملک سمجھا - اپنے آپ کو اپنے خالق کا مخلوق مملوک خداوند عالم کے بھیجے ہوئے انبیاء اور اس کے نازل کئے ہوئے احکام کا اتباع کیا مؤمن کہلایا - اور جس نے سرتابی کی مخلوقات دنیا پر تو ایسے تصرفات کئے - گویا اس کی پیدا کی ہوئی اس کے مملوک و غلام ہیں - اور خود اپنے مالک و خالق سے روگردانی کی اس کے وجود کا قائل نہ ہوا - یا ہوا تو اپنی عقل نارسا کا تابع ہوا - انبیاء کو نہ مانا - احکام منزلہ کا اتباع نہ کیا شریعت کو نہ مانا - وہ کافر - ناشکر گزار جاحد نعمت ٹھیرا - اس امتیاز کے درجات بیشمار ہیں - مؤمن کی تقسیم بوجوہ متعدد ہوتی ہے - جس سے اس کے افراد انواع بنتے جاتے ہیں - ایمان درجۂ اعتقاد و اعمال دونوں میں ہے - تو مؤمن صالح ہے - فقط درجۂ اعتقاد میں ہے اعمال میں تقصیر ہے - مومن فاسق ہے - خداوند عالم کے وجود اس کی توحید وصفات کا علم یقینی اس کو حاصل ہے تو کامل ہے - محض تقلید ہے - تو ناقص - علی ہذا اسرار معرفت و توحید - علوم اذواق و مواجید سے بہرہ ور ہو تو مؤمن عارف ہے - ورنہ غیر عارف وحی و تنزیل سے اس کو سرفراز فرمایا گیا ہے - تو نبی و رسول ہیں - ورنہ صدیق و شہید و صالح - اس امتیاز کے اصلی آثار تو آخرت میں ظاہر ہوں گے - مگر اس کے احکام کا تعلق حیوٰۃ دنیا سے ہے - اس لئے ان احکام کے آثار دنیا میں بھی برابر ظاہر ہوتے رہتے ہیں - اشتراک و امتیاز کی اس بحث کا جس کو یہاں بیان کیا حاصل یہ ہے - کہ اشتراک کے درجہ میں مساوات ہوتی ہے - اور امتیاز کے مرتبہ میں تفریق احکام و معاملات ہو جاتی ہے - جب تک اشتراک وجودی تھا - حقوق اور معاملات کا تعلق نہ تھا - موجودات عالم میں ایک کو دوسرے پر حق تقدم و تفوق باعتبار تقدم خلقت یا محتاج الیہ ہونے یا صغیر و کبیر اجسام یا قلت و کثرت نفع کے ہو - مثلاً اربع عناصر کو موجودات عالم کی خلقت میں ایسا دخل ہے جس کی وجہ سے انکو اصل موجودات کہا جاتا ہے - پہاڑ پیدا ہوتے ہیں - تو انہیں عناصر کی ترکیب و امداد سے اشجار و اثمار بھی انہیں سے - حیوانات و بہائم بھی انہیں سے یا مثلاً شمس و قمر و کواکب سیارہ و ثوابت - علی ہذا افلاک و سمٰوٰت بھی موجودات میں ہیں - مگر انکا نفع موجودات عالم کو زیادہ پہنچتا ہے - موسموں کا تغیر و تبدل جس کو اعتدال مزاج عالم میں بڑا دخل ہے - انہیں کے متعلق ہے - شمس و قمر کی نورانیت اور تنویر نے ان کے درجہ کو بڑھا دیا - مگر جب تک فقط وجود کا اشتراک ہے - حقوق و معاملات کا تعلق نہیں ہے - اور جب وصف حیوٰۃ نے امتیاز کر دیا - موجودات نے حد فاصل لگا دی - حقوق استحقاقات و معاملات کا علاقہ قائم ہو گیا اور پھر درجہ بدرجہ جوں جوں امتیاز و تفریق ہوتی گئی - حقوق کا تعلق بڑھتا گیا - جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں - جب یہ معلوم ہو گیا - تو اب سنئے - کہ اشتراک و امتیاز کے احکام جداگانہ ہیں - جس حد تک اشتراک ہے - اس میں حکم مساوات ہے - اور جس وصف سے امتیاز شروع ہوتا ہے حکم مساوات بدل جاتا ہے - احکام میں تفریق ہو جاتی ہے - ہر ایک وصف کے امتیاز نے اس کے لئے جداگانہ حکم ثابت کیا ہے مساوات کے تین درجے ہیں - ایک مساوات ذات میں ایک مساوات صفات و حالات میں ایک مساوات حقوق و معاملات میں ہماری غرض اس وقت مساوات حقوق و معاملات کو بیان کرنے سے ہے مساوات ذات و صفات نہیں ہے - ذات و صفات میں مساوات کا ہونا مشکل ہے - بلکہ یہ کہا جائے - کہ ہر وجہ کے صورت شکل قد و قامت خیر و مکان وغیرہ اوصاف مختلف نے ناممکن کر دیا ہے - تو بے جا نہیں اور ہو بھی تو ہم کو اس سے بحث نہیں ہے - اس سب تمہید کے بعد عرض ہے کہ انسان مخلوقات میں کامل و اکمل ہے - حقوق و معاملات علاقہ جس قدر اس کی ذات سے ہے - عالم کے تمام انواع و اقسام میں کسی سے نہیں ہے - اس کے افراد میں خود باہمی حقوق

استحقاقات کا سلسلہ اس طرح قائم ہے۔ کہ یہ نہ ہو تو نظام تمدن باطل ہو جائے۔ بلکہ نسل انسانی منقطع ہو جائے۔ اور باوجود ان تمام اشتراکات کے جو افراد انسان میں پائے جاتے ہیں۔ ان کے اندر امتیاز و افتراق بھی ہے۔ اشتراکات اگر مساوات کا تقاضا کرتے ہیں۔ تو امتیازات تفریق و تفاضل۔ اہم کو دیکھنا یہ ہے۔ کہ افراد انسانی کے اندر مساوات کتنے امور میں ہونی چاہئے۔ اور تفریق و مفاضلہ کتنے معاملات میں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اول عقل و عرف عقلاء زمانہ کے طرز عمل ان کے قوانین کے اعتبار سے بحث کریں۔ اور اس کے بعد دکھلائیں کہ شریعت نے اس مسئلہ میں کیا تعلیم دی ہے۔ بادی النظر میں لفظ مساوات بہت پیارا معلوم ہوتا ہے۔ جب یہ سنا جاتا ہے۔ کہ فلاں شخص کی نظروں میں یا فلاں ملک میں امیر و غریب شاہ و گدا سب برابر ہیں۔ کسی کو کسی پر فوقیت و امتیاز نہیں ہے۔ یا کہتے ہیں۔ کہ شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ تو سننے والے کے قلب میں مسرت و اطمینان اور پسندیدگی و طمانیت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ مسرت و ابتہاج سے دل لبریز ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس سے بڑھکر دنیا کے امن و امان کا ضامن کسی بات کو نہیں سمجھتا۔ لیکن تحقیق طلب یہ امر ہے۔ کہ آیا ہر امر میں ہر معاملہ میں مساوات محمود ہے۔ یا ایسے مواقع بھی ہیں۔ جہاں مساوات مذموم سمجھی جاتی ہے۔ اور اس کی مضرتیں و نقصانات اس امتیاز و مفاضلت سے بدرجہا زائد ہوتے ہیں۔ جس کو بظاہر غیر محمود سمجھا جاتا ہے ہم ابھی لکھ چکے ہیں۔ کہ انسان کے اندر باوجود اشتراک صفت انسانیت مختلف وجوہ و طرق سے امتیازات پیدا ہوتے ہیں۔ اور ہر امتیاز اپنا جدا حکم رکھتا ہے۔ پس یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ تمام افراد انسانی ہر امر میں مساوی قرار دے دیئے جائیں۔ لازم اور واجب یہ ہے۔ کہ کسی حد تک ان میں مساوات ہو۔ اور کسی جگہ جاکر بوجہ تفاضل و تفاوت درجات و مراتب ان کے معاملات میں تفاضل ملحوظ رکھا جائے۔ اس لئے تمام عقلاء دنیا کا اجماع ہے۔ اور دنیا بھر کے قوانین بہ اعتبار اصول اس پر متفق ہیں۔ کہ انسانی افراد کے حقوق باعتبار انسانیت مساوی ہیں۔ ایک نہایت غریب ضعیف بے یار و مددگار۔ جاہل وحشی کندۂ ناتراشیدہ غیر مہذب غیر متمدن کج خلق کمینہ۔ رذیل اخلاق۔ بد افعال۔ قبیح منظر سیاہ فام کے حقوق انسانیت کا ملحوظ رکھنا ایسا ہی ضروری ہے۔ جتنا سلطان وقت یا ایک رئیس و زمیندار تاجر و صناع کا یا ایک مہذب و متمدن کریم النفس جامع اوصاف حمیدہ و ملکات پسندیدہ کا کسی منصفانہ قانون میں ضعیف و کم رتبہ شخص کی جان کو بڑے پایہ والے سے کمتر نہیں سمجھا جاتا اور اسی وجہ سے افراد انسانی کے حقوق و معاملات کی پامالی دنیا کے کسی قانون میں پسند نہیں کی گئی۔ اس کو جور و تعدی ظلم و ستم کہا جاتا ہے۔ انسانیت کے خلاف وحشت و بہیمیت کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ لیکن باوجود اس مساوات حقوق انسانی کے باجماع عقلاء دنیا دوسرے مدارج میں ایک کو دوسرے پر فوقیت دی جاتی ہے۔ اور اس فوقیت میں اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ کہ کسی کے انسانی حقوق پامال نہ ہو جائیں۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے۔ کہ اس درجہ کی مساوات کہ عالم کے تمام افراد خواہ کسی طبقہ کے ہوں۔ ایک ہی درجہ پر رکھ دیئے جائیں۔ کبھی محمود و پسندیدہ نہیں ہو سکتی۔ کیا یہ امر پسندیدہ ہو سکتا ہے۔ کہ سلطان وقت اور ایک ادنیٰ خاکروب معاملات نشست و برخاست کھانے پہننے احترام و اکرام بھی برابر کر دیئے جائیں۔ اور ایسا ہو۔ تو کیا کوئی عاقل اس کو پسند کرے گا۔ اور کیا ایسا ہونے کے بعد عالم کا نظام باقی رہ سکتا ہے۔ اس میں سکون و امن قائم اور اس کے افراد میں تعاون و تناصر کا سلسلہ جاری رہ سکتا ہے۔ اور کیا دنیا کا کوئی عقلمند شخص اس کو اپنی آنکھ سے دیکھ سکتا ہے۔ کہ کسی فن کے عالم اُستاد کا رتبہ باعتبار حرمت و عظمت ایک بد دین جاہل کے برابر کر دیا جائے۔ شاگرد اُستاد میں فرق مراتب اٹھا دیا جائے۔ اسی طرح ہر درجہ و مرتبہ کے امتیاز کا حکم جداگانہ ہے۔ جس کا لحاظ عقل و عرف و قوانین فطرۃ و قوانین عقلاء کے اعتبار سے ضروری ہے۔ ہاں مگر اسی طرح پر کہ حقوق انسانیت کی مساوات میں اس سے فرق نہ آوے۔ اگر کسی زمانہ میں یا کسی ملک و قوم میں حقوق انسانیت کے اندر ایک نوع کو دوسری نوع پر یا ایک طبقہ کو دوسرے طبقہ پر فوقیت دی گئی۔ تو اس کو ہمیشہ ظلم سمجھا گیا ہے۔ اور وہ قومیں آج تک وحشی جاہل غیر مہذب کہلاتی ہیں۔ اسی طرح اگر کسی ملک یا قوم میں مساوات کو اس درجہ بڑھا دیا جائے۔ کہ حقوق انسانی کے علاوہ باقی معاملات و مدارج میں بھی سب کو مساوی قرار دے دیا جائے۔ اچھے برے۔ عالم۔ جاہل۔ شریف و وضیع۔ ایک ہی ترازو میں وزن کر دیئے جائیں۔ تو اس مساوات کی مضرت اس امتیاز و تفوق ناجائز سے بدرجہا زیادہ ہے۔ امتیاز و تفوق کی صورت میں ایک طبقہ کی قوت اس کا اقتدار اس درجہ کا ضرور رہے گا کہ وہ امن و سکون قائم رکھ سکے۔ لیکن اس درجہ کی مساوات میں جب کہ تمام افراد یکساں سمجھے جاتے ہیں۔ بالکل امن و امان اُٹھ جائے گا۔ ہر ایک متنفس کو زندگی دوبھر ہو جائیگی ایسی مساوات نہایت حماقت آمیز اور مضحکہ خیز ہے۔ ہم کو اس مساوات پر ایک حکایت یاد آئی۔ ایک گرو اور اس کا چیلہ ملک در ملک شہر بشہر سیاحت کرتے پھرتے تھے۔ کسی ایک جگہ ٹھہرنے یا اقامت گزیں ہونے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ جو حال ایسے آزاد اور مجرد لوگوں کی معیشت و طرز زندگی کا ہوتا ہے۔ وہی ان کا بھی تھا۔ جہاں پہنچے وہاں جو کچھ ملا کھا لیا۔ سیر و سیاحت کرتے کرتے اتفاق سے ایک بستی میں پہنچے۔ تو دیکھا۔ کہ وہاں ہر چیز ایک نرخ پر فروخت ہوتی ہے۔ گھی۔ مٹھائی۔ غلہ۔ میوہ جات۔ دودھ دہی۔ ترکاری۔ سبزی۔ کپڑا۔ لوہا۔ تانبا۔ سونا۔ چاندی وغیرہ ان تمام اشیاء کا یہی حال ہے۔ چیلہ جو سفر کی صعوبت اور کھانے پینے کی تکالیف برداشت کرتے کرتے تنگ آگیا تھا۔ اس نے یہ حال دیکھ کر گرو سے عرض کیا۔ کہ حضور کچھ دنوں یہاں قیام فرمائیں۔ تو سفر کی ماندگی دور ہو جائے ہر قسم کی خوش اچھی خوش ذائقہ موافق طبع اشیاء کے کھانے سے ناتوانی بھی زائل ہو جائے۔ اور کچھ دن راحت و آرام سے گزر جائیں۔ گرو نے فرمایا۔ جس جگہ اچھی بری کی تمیز اٹھ گئی ہو۔ سب کا ایک ہی حال ہو وہاں ٹھہرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ مگر چیلہ کے بے حد اصرار پر گرو نے بھی منظور کر لیا۔ پھر کیا تھا۔ دونوں نے خوب کھانا پینا شروع کر دیا۔ تھوڑی ہی مدت میں لاغری کافور ہو کر فربہی اور توانائی آگئی۔ خوب موٹے تازے ہو گئے۔ انہیں ایام میں وہاں ایک قتل کا واقعہ پیش آگیا۔ مجرم پکڑا ہؤا آیا۔ راجہ صاحب نے اس کو پھانسی پر لٹکانے کا حکم دیا پھانسی پر لٹکانے لگے تو دیکھا۔ کہ اس کا حلقہ بڑا ہے۔ مجرم کی گردن پتلی ہے۔ حلقہ میں نہیں پھنس سکتی۔ راجہ صاحب سے عرض کیا گیا۔ ارشاد ہؤا۔ کہ جس شخص کی گردن اس حلقہ میں پھنس سکے۔ اس کو بجائے اس کے لٹکا دو۔ مجرم تو دعائیں دیتا ہؤا چل دیا۔ اور ایسے موٹے تازے شخص کی تلاش شروع ہوئی یہ دونو گرو چیلے ابھی تازہ دم کھا پی کر موٹے ہوئے تھے انکو پکڑ لائے گرو صاحب نے چیلہ سے فرمایا۔ میں کہتا نہ تھا۔ کہ ایسی جگہ جہاں اچھے بُرے کی تمیز نہ ہو۔ ٹھیرنا مناسب نہیں ہے۔ اب دیکھ لیا۔ کہ کیا نتیجہ ہوا۔ چیلہ نے عرض کیا کہ غلطی تو ہو گئی۔ لیکن کچھ تدبیر بتلایئے۔ فرمایا۔ کہ تدبیر یہ ہے۔ کہ جب پھانسی پر لٹکانے کے لئے لے جائیں۔ تو میں کہوں گا کہ مجھ کو پھانسی پر لٹکایا جائے۔ اور تم اصرار کرنا۔ کہ مجھ کو راجہ صاحب نے حکم دیا۔ کہ ان دونو میں سے ایک کو پھانسی دے دو۔ گرو چیلہ میں جھگڑا شروع ہوا۔ ہر ایک چاہتا تھا۔ کہ میں پھانسی دیا جاؤں۔ یہ عجیب قسم کی تکرار تھی موت کے لئے جھگڑنا نئی بات تھی۔ بالآخر راجہ صاحب کی خدمت میں یہ معاملہ پیش ہؤا۔ تو آپ نے دونو کو بلا کر اس کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے کہا۔ ہم کو معلوم ہے۔ کہ یہ وقت نہایت مبارک ہے۔ مکتی کی گھڑی ہے۔ جو بھی اس وقت مرے گا بسیدھا سرگ میں جائے گا۔ راجہ صاحب نے یہ سنا تو دل میں سوچا۔ کہ مرنا تو سب ہی کو ہے راجہ یا پرجا کسی کو معلوم نہیں کہ کب مرے گا۔ ممکن ہے۔ کہ میرے مرنے کا زمانہ قریب آگیا ہو۔ اور قریب نہ سہی۔ تب بھی آخر مرنا ہے۔ اگر مرنے کے بعد نجات ہو جائے۔ آرام مل جائے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا دولت و نعمت ہے۔ اس مبارک وقت کو کیوں ہاتھ سے دیں۔ دنیا میں تو بہت کچھ عیش و آرام اختیارات و حکومت کا مزہ دیکھ لیا۔ اب آخرۃ کی فکر چاہئے یہ سوچ بچار کر کہا۔ کہ ان کو چھوڑ دو۔ اور مجھے اس پھانسی پر لٹکا دو۔ اس حکم کی فوراً تعمیل کی گئی۔ اور راجہ صاحب نرگ یا سرگ میں جہاں جانا مقدر تھا۔ تشریف لے گئے

ظاہر بین نظروں میں تو یہ مساوات بھی خوش کن تھی۔ اور بالکل ممکن ہے۔ کہ اس بستی کے سادہ لوح اس پر فخر کرتے ہوں۔ مگر حقیقت میں حماقت تھی اچھے بُرے کا امتیاز نہ ہونا اعلیٰ و ادنیٰ کا ایک درجہ میں رکھ دینا بالکل تباہی اور بربادی کا سامان ہے۔ اس احمقانہ مساوات کے خیال نے جو استعمال اشیاء میں جاری تھا۔ زیادہ وسعت پکڑ لی۔ تو مجرم و غیر مجرم کی تمیز بھی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ کیا پھانسی کا حلقہ تنگ نہ کیا جا سکتا تھا۔ یا پاداش جرم کی سزا بجز پھانسی کے اور کسی صورت سے نہ ہو سکتی تھی۔ دولت و نعمت کے نشہ نے اس زمانہ کی متمدن اقوام میں بھی اس قسم کا سودائے مساوات پیدا کر دیا ہے۔

(باقی آئندہ)

اسلام غیر مسلموں کی نظر میں

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو "خدام الدین" مورخہ ۱۰ر فروری ۱۹۵۶ء)

از ماسٹر اللہ دتا صاحب مدرس کوٹ پنڈوری ضلع شیخوپورہ

قرآن اور متعصب پادری صاحب

ریورنڈ جی۔ ایم۔ راڈویل جو ایک متعصب پادری ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

"قرآن کی تعلیم سے عرب کے سیدھے سادے خانہ بدوش بدو ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو۔ وہ سلطنتوں کو قائم کرنے والے ملکوں کے فاتح۔ شہروں کے بسانے والے۔ علمی ذخیروں اور کتب خانوں کو جمع کرنے والے ہو گئے۔ ان کی قوت وعظمت اور سطوت و جبروت۔ قسطنطنیہ قرطبہ اور دہلی وغیرہ سے ایسی ظاہر ہوئی کہ عیسائی یورپ کو اپنی ہیبت و شوکت سے کپکپا دیا۔ اور اس میں ایک تہلکہ ڈال دیا۔ بت پرستی مٹانے۔ جنات اور مادیات کے شرک کے عوض اللہ کی عبادت قائم کرنے اطفال کشی کی رسم نیست و نابود کرنے بہت سے توہمات کو دور کرنے اور ازواج کی تعداد کم کر کے اس کی ایک حد معین کرنے میں قرآن بے شک عربوں کے لئے موجب برکت و فلاح تھا۔

قرآن کا مصنف اور اسلام میں عورت

ریونڈ۔ آر۔ ای میکسویل کنگ اپنی تقریر "دین اسلام" کے اندر جو انہوں نے ۱۷ر جنوری ۱۹۱۵ء کو قدیم پریسبیٹیرین چرچ نیو ٹاؤن ٹارنٹو میں کی تھی۔ بیان کرتے ہیں:۔

"اسلام کی جمہوری تعلیم میں ایک حصہ عورتوں کے متعلق بھی ہے۔ قرآن میں جہاں کہیں عورتوں کا ذکر آیا ہے تعظیمی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ ماں کے ساتھ محبت رکھنے اور اس کی تعظیم کرنے اور بیوی کے ساتھ محبت و شفقت کرنے پر پورا پورا زور دیا گیا ہے پیروانِ اسلام کا حسن اخلاق قابلِ تعریف ہے۔ ان کا طرزِ عمل خدا کے احکام کے تابع ہے۔ تسلیم و رضا یعنی اپنے تمام امور خدا کے سپرد کر دینا مسلمانوں کی ایک مذہبی زندگی کی لازمی شرط ہے۔ جو مذہب رضاءِ الٰہی پر راضی رہنے کی ایسی عمدہ تعلیم دے کہ اس کے پیرو یقیناً صداقت دوست انصاف پسند وعدو ستد کے کھرے اور عہد کے پکے ہوں گے۔ یہ قرآن سے ثابت ہو سکتا ہے۔ اگر ہم اس کے برخلاف ثابت کرنا چاہیں تو ہماری اپنی عقل ہی انکار کر دے گی۔ اکثر کہا جاتا ہے کہ قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصنیف ہے اور اس میں جو کچھ ہے۔ وہ سب توریت اور انجیل وغیرہ سے لیا گیا ہے۔ مگر میرا ایمان ہے۔ اگر الہامی دنیا میں الہام کوئی شئے ہے۔ اور الہام کا وجود ممکن ہے تو قرآن ضرور الہامی کتاب ہے۔

عیسائی کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام (نعوذ باللہ) سچے نبی نہ تھے۔ اور قرآن اُن کی ذاتی تصنیف ہے۔ اگر یہ ہو تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایسی کتاب کی ضرورت کیا پڑی تھی۔ کہ اپنے لئے خود ہی ملامت کرتے اور پھر اس سرزنش کو قرآن میں رہنے بھی دیتے۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اینڈ قرآن

مسٹر ڈیون پورٹ کہتے ہیں:۔

قرآن عالم اسلامی کا ایک مشترکہ قانون ہے یہ معاشرتی۔ ملکی۔ تجارتی۔ فوجی۔ عدالتی اور تعزیری معاملات پر حاوی ہے۔ لیکن بایں ہمہ ایک مذہبی ضابطہ ہے اس نے ہر ایک چیز کو باقاعدہ بنایا۔ مذہبی رسوم سے لیکر حیات روزمرہ کے افعال مثلاً روحانی نجات سے لے کر جسمانی صحت اجتماعی حقوق سے لے کر انفرادی حقوق دنیوی سزا سے لے کر۔ اخروی عقوبت تک تمام اُمور کو سلک ضابطہ میں منسلک کر دیا ہے۔ نیز قرآن کے بے شمار اوصاف میں سے دو زیادہ واضح ہیں۔ اول وہ ہیبت و احترام کا لہجہ جو اس خالقِ اکبر کے متعلق ہر جگہ اس میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔ جس کی طرف کوئی انسانی کمزوری اور خواہش منسوب نہیں کی گئی۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ اس میں اوّل سے آخر تک غیر فصیح۔ نامناسب خیالات۔ معاملات اور حکایات کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا۔ یہ تمام خرابیاں افسوس ہے۔ کہ اس کتاب میں بکثرت موجود ہیں۔ جس کا نام پیروانِ مسیح نے عہد قدیم رکھا ہے۔

انگلستان کے نامور مؤرخ ڈاکٹر گبن کی گواہی

قرآن کی نسبت بحر اطلانٹک سے لے کر دریائے گنگا تک سب نے مان لیا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی روح اور قانون اساسی ہے۔ اور صرف اُصول مذہب ہی کے لئے نہیں بلکہ احکام تعزیرات تمدن اور اُن قوانین کے لئے بھی ہے۔ جن پر نظام عالم کا مدار ہے۔ جن سے نوعِ انسانی کی زندگی وابستہ ہے۔ اور جن کو حیاتِ اجتماعی کی ترتیب و تنسیق سے تعلق ہے ...... حقیقت یہ ہے۔ کہ محمدؐ کی شریعت سب پر حاوی ہے وہ اپنے تمام احکام میں بڑے سے بڑے شہنشاہ سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے فقیر و گداگر تک کے لئے مسائل رکھتی ہے۔ یہ وہ شریعت ہے جو ایسے دانشمندانہ اُصول اور اس قسم کے عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوتی ہے۔ کہ سارے جہان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

بعض لوگ تھوڑی سی عربی سیکھ کر قرآن کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ اگر انھیں اپنی خوش نصیبی سے کبھی یہ موقع حاصل ہوتا۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی فصیح زبان اور مؤثر لہجہ میں قرآن کی کوئی سورۃ پڑھ رہے ہیں۔ جس کا قلوب پر بجلی سا اثر پڑتا ہے جب کسی آیت کے متعلق یہ احتمال ہوتا۔ کہ سامعین اس کے حقیقی مفہوم تک رسائی نہیں حاصل کر سکیں گے۔ تو اپنی معجز نما قوت بیان سے اس کی توضیح فرما دیتے۔ تو یقیناً یہ شخص بے ساختہ سجدہ میں گر پڑتا اور سب سے پہلے اس کے منہ سے یہ آواز نکلتی کہ ـــــــ پیارے رسول علیک الصلوٰۃ والسلام میرا ہاتھ پکڑ لیجئے اور مجھے اپنے پیروؤں میں شامل کرنے کی عزت و افتخار سے مشرف کرنے میں دریغ نہ فرمایئے۔

متعصب پادری کا بیان

قواعد و احکام قرآن مذہب ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ اس میں وہ اجتماعی اور سوشل احکام بھی موجود ہیں۔ جو بنی نوع انسان کی زندگی کیلئے ہر حالت میں مفید ہیں۔ اسمیں تمدن کے قوانین جن میں دنیا کی مختلف اقوام کے درمیان تعلق و رابطہ کا سلسلہ قائم ہو جائے موجود ہیں پیغمبر اسلامؐ اس وسیع نظام کو تمام دنیا کی قوموں میں جو پھیلانا چاہتے تھے اس سے ان کا مقصدِ اعظم یہ تھا۔ کہ اس کے قبول کرنے والوں کو مادی ترقی کا بلند ترین درجہ حاصل ہو اور دنیا کی مختلف اور متفرق قومیں اسلام کے علم کے نیچے جمع ہوں۔ حیرت ہے کہ یہ ملکی و تمدنی نظام جس کی بنیاد کامل اور سچی آزادی پر ہے۔ کس طرح قائم ہو گیا۔ ساری دنیا کو معلوم ہے کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) اُمّی تھے۔ آپ نے نہ تو یونان کا فلسفہ پڑھا تھا۔ نہ قدیم آرمینیا سلطنتوں کے قوانین و احکام سے واقف تھے۔ اس لیے وہ دقیق مسائل جو قرآن کریم میں کھول کھول کر بیان کئے گئے ہیں۔ جن پر یورپ کے ممتاز ترین مقنن و حکماء سر دھنتے ہیں ایک ایسے دماغ میں کیونکر پیدا ہو سکتے ہیں۔ جن کو اپنی چالیس سالہ زندگی میں کبھی سابقہ حکومتوں کے قوانین کے مطالعہ کا موقع نہ ملا ہو

بقیہ اسلام غیر مسلموں کی نظر میں

۔ایک صدی کے اندر بقول ٹامس کارلائل۔
سرزمین عرب کے ایک طرف غرناطہ اور دوسری طرف دہلی جو ہو گئی۔ گویا وہ ایک چنگاری تھی جس نے تاریکی میں بھک سے اڑجانے والی بارود کی طرح اٹھتے ہوئے شعلوں سے دہلی سے غرناطہ تک روشن کردیا۔ یہ ایک زبردست نظام تھا۔ جو ایک صدی کے اندر ساری دنیا پر چھا گیا۔ اور جس کے قوانین وضوابط کے لوہے کو آج دنیا باایں ہمہ ترقی علم وحکمت ماننے پر مجبور ہے۔"

مذہب اسلام کامل مذہب ہے

مشہور علامہ جو اکیم دی بو اشٹف چلا رہے ہیں کہ:۔
"اقوام یورپ کو اس بارے میں مسلمانوں پر نازاں ہونا چاہیئے۔ اسلامی تعلیم کی بہتری فضیلت و منزلت بالکل روشن ہے۔ وہ ایک کامل مذہب ہے۔ اور اس کی تعلیم بالکل خالص ہے۔ اگر اسلامی تہذیب کی روشنی دنیا میں جلوہ افگن نہ ہوتی تو ہماری کیا کیفیت ہوتی۔ اس احسانمندی کے لحاظ سے دنیا پر واجب ہے کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تہذیب و تمدن کا جو حیرت انگیز اثر دنیا پر ڈالا۔ اس کو کبھی فراموش نہ کرے۔

دنیا میں سچا مذہب کونسا ہے؟

پروفیسر باسورتھ سمتھ ایم۔ اے اپنی کتاب محمدؐ اور دین محمدیؐ میں بابانگ دہل یہ منادی کر رہے ہیں کہ:۔
اگر یہ سوال کیا جائے کہ دنیا کو کسی مذہب نے زیادہ فائدہ پہنچایا یا اسلام نے۔ تو کہنا پڑے گا کہ اسلام نے۔ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قریش ہجرت سے پہلے خدانخواستہ شہید کردیتے تو مشرق مغرب دونوں ناکارہ رہ جاتے۔ اگر آپؐ دنیا میں نہ آتے تو دنیا کا ظلم بڑھتے بڑھتے اس کو تباہ کردیتا۔ اگر آپؐ ہوتے تو یورپ کے تاریک زمانے دو چند بلکہ سہ چند تاریک ہو جاتے۔ اگر آپؐ نہ ہوتے تو انسان صحراؤں میں پڑے بھٹکتے پھرتے۔ اگر آپؐ نہ ہوتے تو عیسائی دنیا تباہ ہو جاتی۔ جب میں آپؐ کی صفات اور تمام کارناموں پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالتا ہوں کہ آپؐ کیا تھے اور کیا ہو گئے اور آپؐ کے تابعدار غلاموں نے جن میں آپؐ نے زندگی کی روح پھونکی تھی۔ کیا کیا کارنامے دکھلائے تو مجھے آپؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے بزرگ و بلند اور اپنی نظیر آپؐ دکھائی دیتے ہیں۔ آپؐ نے ابتداء سے انتہا یعنی بعثت سے لے کر دار البقاء تک خود کو نبی ہی دکھایا اور اس سے انچ بھر خود کو آگے نہ بڑھنے دیا۔ میں یہ اعتقاد کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ نہایت اعلیٰ درجے کے فلاسفر، سائنس دان اور فضلاء عالی دماغ اور عیسائی ایک دن بالاتفاق اس کی تصدیق کریں گے۔ کہ بلاشک وشبہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے رسول تھے۔

مسٹر ڈی رائٹ کا بیان کہ رسول ابر رحمت تھے

مسٹر ڈی رائٹ انگلستان کے مشہور نامہ نگار ہیں۔ لکھتے ہیں کہ:۔
"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف اپنی ذات اور قوم ہی کے لئے نہیں بلکہ دنیائے ارضی کے لئے ابر رحمت تھے۔ آپ نے مدتوں مساوات کا سلسلہ جاری رکھا اور سر توڑ کوشش کی۔ کہ ذات پات کا تفرقہ مٹ جائے۔ اور یہی سبب ہے کہ آج اسلام کے اندر ذات، نسل اور قوم کے امتیاز کا کوئی نام ونشان نہیں ہے۔ دشمنان احمدؐ باوجود تعصب میں اندھے ہونے کے اقرار پر پابہ زنجیر ہیں۔ کہ اس نے اپنے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ تاریخ میں کسی ایسے شخص کی مثال موجود نہیں۔ جس نے احکام خداوندی کو اس مستحسن طریقے سے انجام دیا ہو۔ جیسا کہ محمدؐ نے اپنے فرائض کو بوجوہ احسن پایۂ تکمیل کو پہنچایا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی آراء ہیں۔ جو بخوف طوالت درج نہیں کی گئیں۔

تعداد ازدواج اور انبیاء سابقین

پادری فکس لکھتے ہیں کہ:۔
تعداد ازدواج کے مقدمہ میں ہم بے تردد تسلیم کرتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل میں بھی اس دستور کا رواج پایا تھا۔ اور خدا (عیسیٰؑ) نے بھی اس کو منع نہیں کیا۔ بلکہ ایسے برکت کا وعدہ کیا۔ جو اس پر چلتے ہیں۔
ایزک ٹیلر صاحب لکھتے ہیں۔ تعداد ازدواج ایک بڑا دقیق مسئلہ ہے موسیٰؑ نے اس کو نہیں روکا اور داؤدؑ جس کا خدا سا دل تھا اس کو (کثرت ازدواج) عمل میں لایا اور انجیل میں صاف طور پر ممنوع نہیں ہے۔

وید کی گواہی: مؤلف کشف الاستار مولوی محمد حسن نے مدتاً ہندو بن کر بنارس اور اجودھیا میں ایک زمانہ تک تحصیل علوم وید کی۔ اور بڑے بڑے پاک نفس برہمنوں اور خدا رسیدہ سادھوؤں کی صحبت حاصل کی۔ انہوں نے دیکھا۔ اکثر جنگلوں اور پہاڑوں میں تارک الدنیا جوگی کسی بڑی ہستی اور کسی تعریف کی ہوئی ذات کی یاد میں بھجن گاتے اور اس کی جے مناتے چنانچہ جب انہوں نے اتھر کھنڈ کا پاٹھ کیا تو انھیں یہ مضمون ملا:۔
(۱) وہ مخلوق سے نہیں ڈرے گا اور نہایت شجاعت اور ذہانت والا ہوگا۔ اور اس کا نام "مہامت" ہوگا۔ (مہادیوجی)
(۲) ان (مہامت) کی وضع کو دیکھ کر لوگ حیران رہیں گے۔ نئی طرح کا ان کا احوال دیکھیں گے۔ اور جو پوجا اُن کی قوم کرے گی وہ نہ کریں گے۔ اور اپنی قوم سے کہیں گے کہ مجھ کو اس خاوند پاک ذات کا جس کا شریک نہیں ہے۔ یہ حکم ہے۔ کہ اس طرح کی پوجا مت کرو۔ اور میں سوائے اللہ کی ذات پاک کے اور کسی طرف رجوع نہیں کرتا ہوں۔ تم میری تابعداری کرو۔ اس وجہ سے ساری قوم ان سے جدا ہو جائیگی
پھر مولوی محمد حسن اپنی کتاب کشف الاستار میں لکھتے ہیں کہ:۔
اتھروید میں اللہ کا نام پایا جاتا ہے اور حضور محمد عربیؐ کا نام نامی "احمدؐ و محمدؐ" جس کا اشارہ بہت میں موجود ہے۔ رکھ کھنڈ میں یوں آیا ہے:۔
مری توام سر سمواتی ۔۔ کالی کمالی احمد تا ثر بلکی
اتھروید میں اس طرح ہے۔ الاتک تج الوپات محتمدی الاتک کریاں جان تیجپان شدمانی
جان جان مہامی جیو سان کہجان

ان کہی کیا چیز ہے؟ سنا جاتا ہے کہ جب پرانے زمانے کے ہندوؤں کو نزع کے وقت زمین پر اتار کر لٹا دیتے تھے۔ اور روح پرواز ہونے میں مادی علائق سے کشاکش شروع ہوتی تھی تو سفر آخرت کی آسانی کے خیال سے لوگ چپکے چپکے اس کے کانوں میں "ان کہی" پڑھتے تھے۔ ہاں اس "ان کہی" کے صحیح الفاظ غیر ہنود کو معلوم نہیں تھے پس ایک بات سنتے چلے آتے تھے۔ کہ ایسا ہوتا ہے اتفاق سے اکبر کے زمانے میں ایک برہمن مسلمان ہوا۔ اُس نے برہمنوں سے کہا کہ:۔
تم مسلمان ہو جاؤ۔ اور اس طرح سچے برہمن بن جاؤ۔ کیونکہ جس بات کی تصدیق برہمنی ادبیات اور کتب متبرکہ میں موجود ہے اس کے ماننے سے ہم برہمن ہو سکتے ہیں وہ برہمن کہتا تھا۔ کہ مسلمان ہونے سے ہم سچے مسیحی بھی بن سکتے ہیں کیونکہ مسلمان مسیحؑ کی بھی تصدیق کرتا ہے۔ اور اسی طرح ہم ہندو اسی وقت ہو سکتے ہیں۔ کہ محمدؐ پر ایمان لائیں جنہوں نے سب اوتاروں اور نبیوں کی تصدیق کی ہے۔ آخر میں مناظرہ کے وقت اس نے "اتھربن وید" کا یہ ٹکڑا پیش کیا جسے دبستان المذہب کہتے ہیں۔ جو منشی نولکشور لکھنؤ والے نے بھی "ان کہی" لکھا ہے۔

لا الٰہا ہرفی پاپن الا الٰہا پرم پدم!
جنم بیکنٹھ پر اپ نیوتی تو جپی نام محمدم!

ترجمہ:۔ لا الٰہ کہنے پر پاپ مٹتے ہیں اور الا اللہ کہنے پر پرم پدوی ملتی ہے۔ اگر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بہشت چاہتے ہو۔ تو نام محمدؐ جپا کرو۔

امراۃ الاسلام

از سید مشتاق حسین صاحب بخاری

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات میں سے جناب صدیقہ رضؓ کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں جو نبیؐ اکرم کو سب سے زیادہ عزیز تھا یعنی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ کا گھرانہ۔ یہ کاشانہ وہ برج سعادت تھا۔ جہاں خورشید اسلام کی شعاعیں سب سے پہلے پرتو فگن ہوئیں۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضؓ اُن چند اوّلین مسلمانوں میں سے ہیں جنہوں نے ایک طرف تو براہ راست حضورؐ سے تعلیم دین پائی۔ اور دوسری طرف ان کے کانوں نے کفر وشرک کی کبھی آواز نہیں سُنی تھی۔ خود فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے والدین کو پہچانا ان کو مسلمان پایا۔

نام ونسب عائشہ نام، صدیقہ اور حمیرا لقب۔ ام عبداللہ کنیت، والد کا نام ابوبکر صدیق رضؓ اور والدہ کا اسم مبارک زینب رضؓ تھا۔ بعثت نبویؐ سے چار سال بعد شوال کے مہینہ میں پیدا ہوئیں۔

نکاح حضورؐ کی اوّلین رفیقہ حیات وصال پا چکی تھیں آپؐ کو دوسری رفیقہ کی ضرورت تھی۔ چنانچہ خولہ بنت حکیم رضؓ کی کوششوں سے یہ نکاح ہوا۔ مؤرخین میں اس بارے میں اختلاف ہے کہ جناب خدیجہ رضؓ کے بعد حضرت عائشہ رضؓ کا نکاح ہوا یا حضرت سودہ رضؓ کا۔ ہمیں اس سے بحث نہیں جناب صدیقہ رضؓ کا ذکر خیر حفظ مراتب کی غرض سے حضرت سودہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے پہلے کیا جا رہا ہے۔ خیر جب نبی اکرمؐ کا ارادہ ان سے نکاح کا ہوا اور حضرت صدیق اکبر رضؓ کو اس کی اطلاع ملی تو فرمانے لگے یہ کیسے ہو سکتا ہے عائشہ رضؓ تو حضورؐ کی بھتیجی ہے؟ لیکن حضورؐ کا جب یہ فرمان سُنا کہ ابوبکر رضؓ میرے محض دینی بھائی ہیں تو فوراً رضامند ہو گئے۔ حضورؐ سے نکاح ہو گیا۔ یہ واقعہ ۱۰ نبوی کا ہے۔ اس وقت حضرت عائشہ کا سن شریف صرف ۶ برس تھا۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں۔ مجھے پتہ بھی نہ چلا کہ کیا ہوا ہے۔ انا کے ساتھ چلی گئیں۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے نکاح پڑھا۔

نکاح مکہ معظمہ میں ہوا اور رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی جبکہ ام المومنین کی عمر ۹ سال کی تھی۔ ۱۳ نبوی میں آپؐ نے ہجرت فرمائی تو صرف ابوبکر رضؓ ہمراہ تھے۔ مدینہ آکر انہوں نے عبداللہ بن اُریقط کو بھیجا کہ مکہ سے اہل وعیال کو لے آئیں۔ مدینہ میں حضرت عائشہ رضؓ بخار میں مبتلا ہو گئیں۔ سر کے بال تک جھڑ گئے۔ صحت ہونے کے بعد رخصتی ہوئی۔ اس واقعہ کو خود بیان فرماتی ہیں کہ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی کہ ام رومانؓ (والدہ) نے آکر آواز دی۔ اور ہاتھ پکڑ کر گھر لے گئیں۔ ہاتھ منہ دھلایا اور بال وغیرہ درست کئے۔ اندر نصار کی عورتیں بیٹھی تھیں۔ انہوں نے مجھے پر جوش مبارکباد دی۔ پھر ان عورتوں نے میرا بناؤ سنگار کر دیا۔ اور ان کے علیحدہ ہونے پر حضورؐ گھر تشریف لائے۔

اس نکاح سے بہت سی بیہودہ رسموں کی اصلاح ہوئی مثلاً عرب منہ بولے بھائی کی لڑکی سے شادی نہیں کرتے تھے۔ جناب عائشہ رضؓ کی شادی سے یہ رسم جاتی رہی۔ پھر عرب میں ایک دفعہ شوال کے مہینہ طاعون کی بیماری آئی تھی۔ جس کی بنا پر شوال میں شادی ہی نہیں کی جاتی تھی۔ حضرت عائشہ رضؓ کی شادی بھی ماہ شوال میں ہوئی۔

غزوات میں حضرت عائشہ رضؓ غزوۂ احد میں شریک ہوئیں صحیح بخاری میں حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے احد کی لڑائی میں عائشہ رضؓ اور ام سلیم رضؓ کو دیکھا وہ مشک بھر بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ ۵ھ میں غزوۂ مصطلق ہوا۔ جس میں جناب عائشہ رضؓ شریک تھیں۔ واپسی پر ان کا ہار کہیں گر گیا۔ پورے قافلہ کو اترنا پڑا۔ جب نماز کا وقت آیا تو وضو کے لئے پانی نہ ملا۔ تمام صحابہ رضؓ پریشانی میں تھے۔ حضورؐ کو خبر ہوئی اور آیت قرآنی سے تیمم کی اجازت مِل گئی۔ تمام لوگ خوش ہو گئے۔ اسید بن حضیر رضؓ فرمانے لگے۔ اے آل ابوبکر رضؓ تم لوگوں کے لئے سرمایہ برکت ہو۔

واقعہ افک اس لڑائی کے اختتام پر واقعہ افک پیش آیا۔ جو بہت سے احکامات کے نزول کا باعث ہوا۔ اس کو خود حضرت عائشہ رضؓ بیان فرماتی ہیں:۔

"غزوہ مصطلق میں حضورؐ کی رفاقت کا میرے نام قرعہ پڑا۔ ایک جگہ قافلے کا قیام تھا میں رفع حاجت کے لئے جنگل میں گئی۔ جب واپس آئی تو گلے میں (جانوروں کے ناخنوں کا) ہار نہیں تھا۔ واپس تلاش میں پھر جنگل کی طرف گئی تو مل گیا۔ غیر حاضری میں کجاوہ بردار آئے۔ انہوں نے خیال کیا کہ حضرت عائشہ رضؓ کجاوہ میں بیٹھ چکی ہوں گی۔ لہٰذا وہ اٹھا کر لے گئے۔ ان دنوں میں لاغر اور دُبلی تھی اور ویسے بھی لڑکی کا کیا وزن ہو سکتا ہے۔ اس لئے انہوں نے خیال نہ کیا۔ جب میں واپس آئی تو قافلہ جا چکا تھا۔ میں وہیں بیٹھ گئی۔ کہ منزل پر رسول اکرمؐ کو پتہ چلے گا۔ تو مجھی کو لانے کے لئے واپس بھیجیں گے۔ ایک صحابی رضؓ جن کا نام صفوان بن معطل تھا۔ قافلے کے پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ ان کو نبی اکرمؐ نے اس لئے مقرر کر رکھا تھا کہ کسی کی گری پڑی چیز اٹھالیں۔ میرے قریب پہنچے تو مجھے پہچان لیا۔ اور انہوں نے خیال کیا کہ خدا جانے مسلمانوں پہ کیا اُفتاد پڑی۔ اور اسی واسطے با آواز بلند اناللہ وانا الیہ راجعون۔ پڑھا۔ میں لیٹی ہوئی تھی اور نیند آگئی تھی۔ ان کی آواز سے جاگ اُٹھی اور اُٹھ کر پردہ کیا۔ وہ خاموشی سے اپنا اُونٹ میرے قریب لائے۔ اور دوسری طرف سے کجاوا پکڑا۔ تاکہ میں بیٹھ جاؤں۔ میں بیٹھ گئی۔ اور وہ مہار پکڑے مسلمانوں کے قافلے میں آگئے۔ [illegible]

اس کے بعد [illegible] گھر میں دیکھتی تھی کہ رسول [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شفقت اور محبت [illegible] لئے خصوصی تھی نہیں رہی۔ [illegible] مجھے بہت قلق [illegible] اور رسول [illegible] خفگی کی سمجھ بھی نہ آتی۔

ان دنوں مدینہ منورہ میں گھروں میں طہارت خانے نہیں ہوا کرتے تھے۔ میں اپنی رشتہ میں نانی کے ساتھ رات کے وقت رفع حاجت کے لئے باہر جاتی تھی (یہ حضرت صدیق اکبر رضؓ کی خالہ تھیں) ایک دن اُن کا پاؤں چادر میں پھنس گیا اور وہ گر پڑیں۔ غصہ میں اپنے بیٹے مسطح کو گالی دی۔ میں نے کہا کیوں؟ ایک صحابی رضؓ کو گالی دے رہی ہیں؟ وہ تو بدری بھی ہے۔ انہوں نے کہا نادان لڑکی تجھے پتہ ہی نہیں کہ ان لوگوں نے تیرے پیچھے کیا تہمت باندھ رکھی ہے جن میں میرا بیٹا بھی شامل ہے (یہ صاحب کچھ عسرت حال تھے اور ان کے کفیل بھی حضرت صدیق اکبر رضؓ ہی تھے) تب جاکر مجھے پتہ چلا کہ حضورؐ کی ناراضگی کس وجہ سے تھی۔ میں بیمار تو تھی ہی اب میرے لئے سوائے رات دن رونے کے کوئی کام نہ تھا۔ آخر ایک روز حضورؐ سے اپنے والدین کے ہاں جانے کی اجازت چاہی انہوں نے دیدی اور میں اپنے والدین کے پاس آئی تاکہ تحقیق کروں۔ والدہ کے پاس میں نے عرض کیا کہ کیا یہ سچ ہے؟ والدہ نے اس کا جواب نہ دیا۔ البتہ یہ کہا کہ ہاں بیٹی اچھی بیویاں اپنے شوہروں کی چہیتی ہوا کرتی ہیں ان کے پیچھے ایسے ہی الزام لگا کرتے ہیں۔ تم فکر نہ کرو۔ اس تصدیق کے بعد مجھے اور بھی صدمہ ہوا۔ اور میں رو رو کر بے حال ہوتی تھی۔

(باقی آئندہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رجب المرجب زکوٰۃ کا مہینہ

از حضرت مولانا محمد شعیب زمیا علی

قسطِ اوّل

بعض اسلامی مہینے خصوصیت شرعی یا عرفی کی وجہ سے خصوصی شہرت کے مالک ہیں۔ مثلاً ذی الحجہ اس وجہ سے مشہور ہے۔ کہ اس میں عیدالضحیٰ ہے۔ جوکہ اسلامی تہواروں میں ممتاز ہے۔ یاکہ محرم اس لئے مشہور ہے۔ کہ اس سے اسلامی سال بدل جاتا ہے۔ سابقہ سال ختم اور نیا شروع ہوتا ہے اس طرح رجب بھی مسلمانوں میں خاص طور پر مشہور ہے۔ کہ مسلمان عموماً اس میں زکوٰۃ کا مال نکالتے ہیں۔ تمام سال کی آمدنی کا حساب لگاتے ہیں۔ ہرچند کہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زکوٰۃ کے لئے کوئی خاص مہینہ مقرر نہیں فرمایا۔ بلکہ جب بھی سال پورا ہو۔۔ زکوٰۃ واجب ہے۔ مگر عرفاً عام مسلمانوں میں زکوٰۃ رجب میں ہی نکالنے کی عادت ہے۔ اور چونکہ یہ چاند رجب کا ہی ہے اس لئے زکوٰۃ کے مسائل اور فضائل اور تارکین کے لئے۔ جو وعید آئی ہے۔ آج کی صحبت میں عرض کی جاتی ہے۔ واللہ الموفق وھو المستعان۔

قرآن حکیم میں عموماً جہاں نماز کا ذکر حق جل مجدہ نے کیا ہے۔ وہاں زکوٰۃ کا بھی ساتھ ہی ذکر فرمایا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے۔ (واللہ اعلم بصحتہ) کہ قرآن حکیم میں سات سَو دفعہ نماز اور زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح نماز فریضہ بدنی ہے۔ اور کوئی عاقل بالغ مسلمان بغیر نماز کے سچا مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح زکوٰۃ فریضہ مالی ہے۔ اور کوئی عاقل بالغ صاحب نصاب مسلمان بغیر زکوٰۃ ادا کرنیکے کامل مسلمان کہلانے کا حق دار نہیں ہوسکتا۔ اور جس طرح نماز کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔ اس طرح زکوٰۃ کا منکر بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کے متعلق چند حدیثیں عرض ہیں۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے۔ تو بہت لوگ زکوٰۃ کا انکار کر بیٹھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کے ساتھ جہاد کی تیاری شروع کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کہ اے خلیفہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضورؐ نے تو فرمایا ہے۔ کہ جب تک لوگ کلمہ شہادت نہ پڑھیں۔ مجھے ان سے لڑنے کا حکم ہے۔ اور جب کلمہ پڑھ لیا۔ تو ان کے مال اور ان کی جانیں محفوظ ہوگئیں۔ اِلّا بحق الاسلام تو آپ ان سے کیسے جہاد کرینگے کلمہ تو بہرحال پڑھتے ہی ہیں۔ صرف زکوٰۃ کے منکر ہیں۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا (کہ نماز تو پڑھی اور زکوٰۃ کا منکر ہوگیا) میں اُس سے لڑوں گا۔ اس لئے کہ زکوٰۃ فریضہ مالی ہے۔ واللہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو زکوٰۃ دیتے تھے۔ اُس سے ایک رسی بھی روک لی۔ تو میں ان سے جہاد کروں گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے تسلیم کیا (متفق علیہ)

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجا۔ تو فرمایا۔ تم اہل کتاب کے ملک میں جاؤ گے۔ اس لئے پہلے اُن کو کلمہ شہادت کی طرف بلانا۔ اگر مان لیں تو اُنہیں بتلانا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے تم پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کیں ہیں۔ اگر اس کو بھی مان لیں۔ تو اُنہیں سمجھانا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر (صاحب نصاب لوگوں پر) زکوٰۃ بھی فرض کی ہے۔ جو اُن کے اغنیاء سے لے کر اُنہی کے فقراء پر تقسیم کی جائے گی۔ الیٰ آخر الحدیث متفق علیہ)

۳۔ مشکوٰۃ شریف میں کتاب الایمان کی پہلی حدیث جو کہ اہل علم میں حدیث جبرائیل کے نام سے مشہور ہے۔ اور جوکہ جوامع الکلم کے عنوان سے رسالہ خدام الدین ۹ ردسمبر ۱۹۵۵ء چھپ چکی ہے۔ اور جس کی تشریح ۱۶ ردسمبر کی اشاعت میں درج ہوچکی ہے۔ صاف مذکور ہے۔ کہ نماز کے بعد زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے۔ یہ حدیث مع ترجمہ اور شرح کے قارئین کرام پڑھ چکے ہیں۔ اس لئے حوالہ دینا کافی ہے

۴۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں ایک دیہاتی آیا۔ اور عرض کی مجھے کوئی ایسا کام بتلا دیجئے۔ کہ اُس کے کرنے سے جنت کو پہنچ جاؤں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حق جل وعلےٰ کی عبادت میں شرک (ریا وغیرہ) سے بچو اور نماز پڑھو اور فریضۂ زکوٰۃ ادا کرو۔ اور رمضان مبارک کے روزے رکھو۔ اُس نے عرض کیا۔ کہ واللہ ان چیزوں میں کمی تو نہ کروں گا۔ مگر زیادہ اس سے نہ کروں گا۔ جب وہ چلا گیا۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ اگر کوئی جنتی آدمی دیکھنا چاہتا ہے۔ تو اس کو دیکھ لے۔ اس کے علاوہ اور کثرت سے احادیث میں نماز کے ساتھ ہی زکوٰۃ کی فرضیت بھی واضح فرمائی ہے۔ اس مختصر مضمون میں تمام کو جمع کرنا مشکل ہے۔ اب بعض مسائل بھی سن لیجئے۔

۱۔ زکوٰۃ اُن لوگوں پر فرض ہے۔ جن پر قرض نہ ہو۔ اور ضروریات خانگی کے علاوہ وہ نصاب کے مالک ہوں۔

۲۔ نصاب چاندی سے ۵۲ تولہ ہے۔ سونے سے ساڑھے سات تولے۔

۳۔ اگر سونا چاندی دونوں گھر موجود ہوں۔ تو اُن کی قیمت پر زکوٰۃ لازم ہوگی۔ چاہے فرداً فرداً نصاب کو نہ پہنچیں۔

۴۔ مال تجارت پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر سال پورا ہوگیا ہو۔

۵۔ زیور پر بھی زکوٰۃ ہے۔ جیساکہ ترمذی شریف میں ہے کہ دو عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں آئیں۔ جن کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کہ ان کنگنوں کی زکوٰۃ دیا کرتی ہو۔ یا نہیں تو انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ کیا آگ کے کنگن پہننے پسند کروگی۔ انہوں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا۔ ان کی زکوٰۃ دیا کرو۔

۶۔ اگر مال ہو۔ لیکن قرض بھی ہو۔ تو قرضہ ادا کرنے کے بعد جو مال بچے اُس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اگر کچھ نہ بچے۔ تو کوئی زکوٰۃ نہیں۔

۷۔ اگر ابھی مال ہاتھ لگا ہے۔ تو سال پورا ہونے تک زکوٰۃ کی ادائیگی فرض نہیں۔ ہاں خوشی سے دیدے تو جائز ہے۔

۸۔ زکوٰۃ کا مال والدین اور اولاد در اولاد کو دینا جائز نہیں۔ نہ عورت کی زکوٰۃ خاوند کو نہ خاوند کی زکوٰۃ عورت کو لینی جائز ہے۔

۹۔ اس کے علاوہ اقربا اگر مستحق ہوں تو اُن کو دینی افضل ہے اگر اپنے اقرباء میں مستحق کوئی نہ ہو۔ تو اپنے گاؤں کے غرباء کو دینا بہتر ہے۔

۱۰۔ ہاشمی اور صاحب نصاب کو زکوٰۃ لینی جائز نہیں۔ اور مسجد کی تعمیر یا مرمت یا کنواں لگوانے یا سبیل بنوانے میں مال زکوٰۃ خرچ کرنا حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں۔ بلکہ مستحق کا تملیک شرط ہے۔ آخر میں تارکین کے لئے جو وعیدیں آئی ہیں ان کے ایک دو نمونے بھی پڑھ لیجئے۔ شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فوائد موضح الفرقان صفحہ ۲۵۶ حاشیہ نمبرہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ایک شخص ثعلبہ بن حاطب انصاری نے حضرتؐ سے عرض کیا کہ میرے حق میں دولت مند ہونے کی دعا فرما دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ثعلبہ تھوڑی چیز جس پر تو خدا کا شکر ادا کرے اُس بہت چیز سے اچھی ہے۔ جس کے حقوق ادا نہ کرسکے۔ اُس نے پھر وہی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اے ثعلبہ کیا تجھے پسند نہیں۔ کہ میرے نقش قدم پر چلے آپؐ کے انکار پر اس کا اصرار بڑھتا رہا

(باقی آئندہ)